

قَطَا الْعَمَّ قَرَانِ جَمِيرَا

(درسی) مُنْتَخَبُ نَضَائِبِ

نکات برائے درس و تدریس

حصہ دوم

مؤلف

حافظ انجمنیر نوید احمد رحمۃ اللہ علیہ



مرحوم و مغفور مؤسس انجمن خدام القرآن سندھ، کراچی محترم ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کی دیرینہ خواہش اور عمل کے عین مطابق، انجمن ہذا اپنی تمام تصنیفات، تالیفات اور خطابات (آڈیو/ وڈیو) کو طبع اور تیار کر کے چاہے قیمتاً یا مفت تقسیم کرنے کی مکمل اجازت دیتی ہے، اس ضمن میں ہمارا "محفوظ حقوق" کا کوئی تقاضا بھی نہیں۔ البتہ اجراء کنندہ ان تمام مواد کے نسخے/ نقل، اجراء سے قبل انجمن کو تحریری اطلاع کے ساتھ بھیجنے کا پابند ہوگا اور ان میں کسی قسم کی تبدیلی کرنے کا مجاز نہیں ہوگا۔ یہ تبدیلی یعنی الفاظ، نقطہ اقتباس، سیاق و سباق سے الگ کر کے جملے کا حوالہ یا اس کا ایسا استعمال جس سے انجمن ہذا اور اس کے مؤلفین کی صحیح ترجمانی نہ ہوتی ہو اور اس سے ہماری عزت و شہرت پر حرف آئے، تو ہم اس کے خلاف قانونی چارہ جوئی کا حق رکھتے ہیں۔

نام کتاب	:	منتخب نصاب (درسی) حصہ دوم
مؤلف	:	حافظ انجینئر نوید احمد <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>
ناشر	:	انجمن خدام القرآن سندھ، کراچی
مرکزی دفتر	:	B-375 علامہ شبیر احمد عثمانی روڈ بلاک 6، گلشن اقبال، کراچی
	:	فون : +92-21-34993436-7
ای میل	:	Publications@QuranAcademy.com
ویب سائٹ	:	www.QuranAcademy.com
طبع 01 تا 10	:	10500
طبع 11	:	شوال المکرم 1443ھ مئی 2022ء
تعداد	:	1100
قیمت	:	370/=

ملکہ سہرین قرآن اکیڈمیز و مراکز

#### Karachi:

QuranAcademyDefence021-35340022-4  
QuranAcademyYaseenabad021-36337361  
36806561  
QuranAcademyKorangi-021-35074664  
QuranInstituteGulistan-e-Johar021-34030119

#### Hyderabad:

QuranAcademyQasimabad022-2106187  
QuranInstituteAtifabad 022-3407694

#### Sukkur:

QuranMarkazSukkur071-5807281

#### Quetta:

QuranAcademyQuetta081-2842969

#### Jhang:

QuranAcademyJhang047-7630861-7630863

#### Lahore:

QuranAcademyLahore042-35869501-3

#### Multan:

QuranAcademyMultan061-6510451-6520451

#### Islamabad:

QuranAcademyIslamabad051-2605725

#### Gujranwala:

QuranMarkazGujranwala055-3891695-  
0334-4600937

#### Peshawar:

QuranMarkazPeshawar091-2584824-2019541

#### Malakand:

QuranMarkazTemargara0945-601337

#### Azad Kashmir:

QuranMarkazMuzaffarabad0982-244722

# انتساب

اُن باہمت حضرات و خواتین کے نام

جو الفاظِ قرآنی

هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْعُونَ (یونس 58:10)

پر یقین کی عملی مثال قائم کرتے ہوئے اور حدیثِ نبوی

خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ، (بخاری)

کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے دنیا کی عارضی لذتوں کے مقابلے میں

آخرت کی ابدی کامیابی کے حصول کے لیے

اپنی بہترین صلاحیتیں

قرآنِ کریم کے سیکھنے اور سکھانے کے لیے

وقف کر دیں۔

# فہرست

5	حقیقتِ ایمان	1
16	درسِ اوّل: سورة الفاتحة <sup>1</sup>	2
34	درسِ دوم: سورة آلِ عمران <sup>3</sup> آیات 190-195	3
46	درسِ سوم: سورة النور <sup>24</sup> رکوع 5	4
60	درسِ چہارم: سورة التغابن <sup>64</sup>	5
101	درسِ پنجم: سورة القیامہ <sup>75</sup>	6

## حوالہ جات

- ”مطالعہ قرآن حکیم کا منتخب نصاب“ کتابی صورت میں جس میں منتخب نصاب میں شامل تمام مقامات کا متن اور ترجمہ موجود ہے۔
- ”مطالعہ قرآن حکیم کا منتخب نصاب (مفصل)“ دو جلدوں میں جس میں منتخب نصاب میں شامل تمام مقامات کا متن، ترجمہ اور تفسیر موجود ہے۔
- منتخب نصاب کے تمام مقامات کے مختصر لیکن جامع دروس پر مشتمل الہدیٰ سیریز کے 44 لیکچرز پر مشتمل MP3 سی ڈی۔
- منتخب نصاب کے تمام مقامات کے تفصیلی دروس پر مشتمل 12 ویڈیو DVDs / 2 آڈیو MP3 سی ڈی۔

# حقیقتِ ایمان

(1) مفہوم:

• لغوی:

أَمِنَ - يَأْمَنُ - أَمْنًا - امن میں ہونا ، اَمِنَ - امن میں ہونے والا (۱)  
 أَمَنَ - يُؤْمِنُ - إِيمَانًا - امن دینا، مُؤْمِنٌ - امن دینے والا  
 أَمَنَ لَهُ - کسی کی بات مان لینا (سرسری طوپر)  
 أَمَنَ بِهِ - کسی کی تصدیق کرنا (پورے اعتماد و یقین سے) (۲)

• اصطلاحی:

تَصَدِيقٌ بِمَا جَاءَ بِهِ النَّبِيُّ ﷺ (نبی کریم ﷺ کی لائی ہوئی ہر بات کی تصدیق کرنا)

(2) ایمان کس پر؟

• ایمانِ مُجْمَل:

أَمَنْتُ بِاللَّهِ كَمَا هُوَ بِأَسْمَائِهِ وَصِفَاتِهِ وَقَبِلْتُ جَمِيعَ أَحْكَامِهِ  
 إِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ وَتَصَدِيقٌ بِالْقَلْبِ

"میں ایمان لایا اللہ پر جیسا کہ وہ ہے اپنے ناموں اور صفات کے ساتھ اور میں نے قبول کیے اس کے تمام احکامات۔ زبان سے اقرار کرتا ہوں اور دل سے تصدیق۔"

• ایمانِ مُفَصَّل:

أَمَنْتُ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْقَدْرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ  
 مِنَ اللَّهِ تَعَالَى وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ

"میں ایمان لایا اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر اور آخرت کے دن پر اور تقدیر پر کہ اس کا خیر اور شر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور موت کے بعد دوبارہ جی اٹھنے پر۔"

(1) أَفَأَمِنُوا مَلَكَ اللَّهِ؟ فَلَا يَأْمَنُ مَلَكَ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْغَافِرُونَ ﴿۹۹﴾ (الاعراف: 99)

(2) قُلْ أَذُنٌ خَيْرٌ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَيُؤْمِنُ لِبُتُّومِينَ (التوبة: 61)

• ایمانیاتِ تلاش:

i. توحید:

اللہ سبحانہ تعالیٰ وہ واحد ہستی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ وسیع و عریض کائنات کا خالق اور اس کے ہر نظام کو چلانے والا۔ ذات، صفات، اختیارات اور حقوق میں یکتا۔ ہر خوبی درجہ کمال کے ساتھ اسی کی ذات میں موجود ہے۔

ii. آخرت:

عالم دنیا ایک طے شدہ مدت تک ہے پھر ختم ہو جائے گا۔ اس کے بعد عالمِ آخرت شروع ہو گا جس کی مدت لامحدود ہے۔ انسانی زندگی بے حد طویل ہے جو اپنے آغاز یعنی روح کے وجود میں آنے کے بعد دو موتوں اور دو زندگیوں کے سلسلہ پر مشتمل ہے<sup>(۱)</sup>۔ دنیا کی زندگی محض ایک کھیل ہے اور اصل زندگی آخرت کی ہے<sup>(۲)</sup>۔ موت و حیات کا سلسلہ انسان کے امتحان کے لیے ہے<sup>(۳)</sup>۔ امتحان کا نتیجہ روزِ قیامت ظاہر ہو گا۔ کچھ لوگ اس روز کامیاب قرار پائیں گے اور کچھ لوگ ناکام<sup>(۴)</sup>۔

iii. رسالت:

دنیا میں درپیش امتحان میں کامیابی کے لیے ہر انسان کو نیکی و بدی کا شعور دے دیا گیا ہے<sup>(۵)</sup> اور اسی کی بناء پر اُس سے حساب لیا جائے گا۔ البتہ یہ رحمتِ خداوندی ہے کہ اس نے کچھ برگزیدہ ہستیوں کو نبوت و رسالت کے منصب پر فائز کیا، اُن کے ذریعہ ہدایت بھیجی اور انہیں ایک متوازن عملی نمونہ بنایا تاکہ انسانوں کے پاس بے عملی کا جواز نہ رہے<sup>(۶)</sup>۔

(۱) وَ كُنْتُمْ أَمْوَاتًا فَأَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمَيِّتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ (البقرة: 28)، رَبَّنَا أَمَنَّاتُنَّ ائْتَيْنِ وَأَحْيَيْتُنَا ائْتَيْنِ (المؤمن: 40: 11)

(۲) وَمَا هِيَ إِلَّا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَهْوٌ وَ لَعِبٌ وَإِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَاةُ (العنكبوت: 64)

(۳) الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا (الملك: 67: 2)

(۴) يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ذَلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ وَ يَعْمَلْ صَالِحًا يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّئَاتِهِ وَ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ خَالِدِينَ فِيهَا وَ يَسْأَلُونَكَ عَنِ الَّذِينَ قَتَلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ الْقَدِيمِ الَّذِي أَنزَلَ عَلَىٰكَ وَاللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ (التغابن: 9-10)

(۵) إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ أَمْشَاجٍ نَبْتَلِيهِ فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا ۝ إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا ۝ وَإِمَّا كَفُورًا ۝ (الدھر: 76: 2-3)

(۶) رَسُولًا مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ (النساء: 4: 165)

## • ایمانیاتِ ثلاثہ کا ربط و اہمیت:

- ایمان باللہ ہی اصل اور بنیادی ایمان ہے۔ اسی لیے ایمانِ مُجْمَل میں اسی کا ذکر ہے۔ باقی ایمانیات اسی کی شاخیں ہیں۔ آخرت کا تعلق اللہ کی صفت 'الْعَادِلُ' سے ہے اور رسالت کا تعلق اُس کی صفت 'الْهَادِي' سے ہے۔
- ایمان بالآخرت انسان کے اخلاق و عمل پر سب سے زیادہ اثر انداز ہوتا ہے<sup>(۱)</sup>۔ اس کے بغیر ایمان باللہ محض ذات و صفات کی بحث تک اور ایمان بالرسالت عشق و محبت کے زبانی دعووں تک محدود ہو کر رہ جاتا ہے۔
- ایمان بالرسالت قانونی اعتبار سے اہم تر ہے۔ اسی کا ایمان مسلم ہے جو تمام رسولوں پر اور آخری رسول ﷺ کے ذریعے ملنے والی خبروں پر بیان شدہ تفصیلات کے ساتھ ایمان لائے<sup>(۲)</sup>۔ مثلاً اللہ کو محض خالق تسلیم کر لینا کافی نہیں بلکہ اس پر تمام اسماء و صفات کے ساتھ ایمان لانا ہوگا اور جزا و سزا کا محض اقرار کر لینا کافی نہیں بلکہ روزِ قیامت اور جنت و جہنم کی جملہ تفصیلات کو بھی ماننا ہوگا۔

## (3) ایمان کے درجات:

### i. قانونی ایمان: اِقْرَارُ بِاللِّسَانِ (زبان سے اقرار) - اسلام

دنیا میں کسی کے صاحبِ ایمان ہونے کا فیصلہ اسی کی بنیاد پر کیا جاتا ہے<sup>(۳)</sup>۔ اسلامی ریاست میں شہریت اور بحیثیت مسلمان تمام حقوق کے حصول کی بنیاد اسی ایمان پر ہے۔ صرف زبان سے اقرار اور دل میں یقین نہیں تو یہ نفاق ہے<sup>(۴)</sup>۔

### ii. حقیقی ایمان: تَصَدِّيقٌ بِالْقَلْبِ (دل سے تصدیق) - ایمان

آخرت میں کسی کے صاحبِ ایمان ہونے کا فیصلہ اسی کی بنیاد پر کیا جائے گا کیونکہ اللہ عَلِيمٌ

(۱) كَلَّا إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنَ طَافٍ ۚ إِنَّ إِلَىٰ رَبِّكَ الرُّجْعَىٰ ۚ إِنَّ إِلَىٰ رَبِّكَ الرُّجْعَىٰ ۚ (العلق: ۹۶، ۶-۸)

(۲) وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِينَ ۚ (البقرة: ۲، ۸)

(۳) لَا تَقُولُوا لِمَن آمَنَ بِآيَاتِنَا كَمَا كُنتُمْ تُقُولُونَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا لَا يُؤْمِنُونَ ۚ (النساء: ۹۴، ۹۴)

پرانے درس و تدریس، درس اول

(۴) الَّذِينَ قَالُوا آمَنَّا بِآيَاتِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوبُهُمْ ۚ (المائدة: ۴۱)

بِذَاتِ الصُّدُورِ ہے (۱)۔ وہ جانتا ہے کہ کس کے دل میں ایمان ہے۔ صرف دل میں یقین ہو اور زبان سے اقرار نہیں تو یہ کفر ہے (۲)۔ لہذا آخرت میں حقیقی مومن قرار پانے کے لیے زبانی اقرار اور دل میں یقین، دونوں ضروری ہیں۔

#### (4) ایمان کا عمل سے تعلق:

• قانونی ایمان کا عمل سے کوئی تعلق نہیں:

بقول امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ:

الْإِيمَانُ هُوَ الْأَقْرَارُ وَالتَّصَدِيقُ وَإِيمَاءُ أَهْلِ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَا يَزِيدُ وَلَا يَنْقُصُ (۳)

"ایمان اقرار اور تصدیق کا نام ہے آسمان وزمین والوں کا ایمان نہ کم ہوتا ہے نہ زیادہ۔"

فاسق و فاجر شخص بھی مسلمان ہے جب تک کسی بنیادی عقیدے کا منکر نہ ہو۔ بے عمل مسلمان کو بھی متقی مسلمان کے برابر حقوق ملیں گے۔ دونوں کا قانونی status یکساں رہے گا۔

• حقیقی ایمان اور عمل لازم و ملزوم ہیں:

بقول امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ:

الْإِيمَانُ قَوْلٌ وَعَمَلٌ وَيَزِيدُ وَيَنْقُصُ (۴)

"ایمان قول و عمل کا مجموعہ ہے اور بڑھتا ہے اور گھٹتا ہے۔"

اگر دل میں یقین ہے تو لازماً اس کا ظہور عمل کی صورت میں ہوگا (۵)۔ اس کی وضاحت مندرجہ ذیل احادیث سے ہوتی ہے:

لَا إِيمَانَ لِمَنْ لَا أَمَانَةَ لَهُ وَلَا دِينَ لِمَنْ لَا عَهْدَ لَهُ (۱)

(۱) قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا قُلْ لَمْ تُؤْمِنُوا وَلَكِنْ قُولُوا أَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ (الحجرات 49: 14)

(۲) وَجَدُوا فِيهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنفُسُهُمْ ظَنًّا وَعِلْمًا (الذمل 27: 14)

(۳) الفقه الاكبر

(۴) فتح الباری، کتاب الایمان، باب بنی الاسلام علی خمس

(۵) إِنَّهَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ (الحجرات 49: 15)

"اُس شخص کا کوئی ایمان نہیں جس میں امانت نہیں اور اُس کا کوئی دین نہیں جس میں عہد کی پاسداری نہیں۔"

وَاللّٰهُ لَا يُؤْمِنُ وَاللّٰهُ لَا يُؤْمِنُ وَاللّٰهُ لَا يُؤْمِنُ قِيلَ وَمَنْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ  
قَالَ الَّذِي لَا يَأْمَنُ جَارَةٌ بَوَائِقَهُ <sup>(۱)</sup>

"اللہ کی قسم وہ مومن نہیں، اللہ کی قسم وہ مومن نہیں، اللہ کی قسم وہ مومن نہیں۔  
پوچھا گیا کون اے اللہ کے رسول ﷺ؟ فرمایا: وہ جس کی ایذا رسانیوں سے اُس کا  
پڑوسی چین میں نہ ہو۔"

لَا يَزْنِي الزَّانِي حِينَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَشْرِبُ الْخَمْرَ حِينَ يَشْرَبُ  
وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَسْرِقُ السَّارِقُ حِينَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ <sup>(۲)</sup>

"زانی، زنا نہیں کرتا جبکہ وہ حالتِ ایمان میں ہو اور شرابی، شراب نہیں پیتا جبکہ وہ  
حالتِ ایمان میں ہو اور چور، چوری نہیں کرتا جبکہ وہ حالتِ ایمان میں ہو۔"

● حقیقی ایمان گھٹتا بھی ہے اور بڑھتا بھی ہے:

- اچھی یا بری محفل کے اثرات
- اچھے یا برے عمل کے اثرات
- اچھے یا برے مطالعے / مشاہدے / سماعت کے اثرات
- قرآن کی تلاوت کا اثر <sup>(۳)</sup>

● ایمان ہی عمل کی روح ہے:

- عمل کا مقصد صرف اللہ کی رضا کا حصول ہونا چاہیے کیوں کہ دکھاوا شرک ہے۔
- حدیثِ نبوی ہے:

(۱) مسند احمد، کتاب باقی مُسندِ الْمُكثِرِينَ، باب مُسندُ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، 11935

(۲) صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب إِثْمٌ مَنْ لَا يَأْمَنُ جَارَةٌ بَوَائِقَهُ عَنْ أَبِي شَرِيحٍ

(۳) صحیح البخاری، کتاب الحُدُودِ، باب لَا يَشْرَبُ الْخَمْرَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَصَحِيحِ مُسْلِمٍ، کتاب الْإِيْمَانِ،  
باب بَيَانِ نَقْصَانِ الْإِيْمَانِ بِالْمَعَاصِي ... عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

(۴) إِذَا تَلَيْتَ عَلَيْهِمْ آيَةً زَادَتْهُمْ إِيمَانًا (الانفال: ۲)، وَإِذَا مَا أَنْزَلَتْ سُورَةً فَبَيْنَهُمْ مَنْ يَقُولُ أَنْتُمْ زَادَتْهُ هِدَاةٌ إِيمَانًا فَأَمَّا  
الَّذِينَ آمَنُوا فزَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَهُمْ يَسْتَبْشِرُونَ (التوبة: ۹: 124)

## مَنْ صَلَّى مُرَائِي فَقَدْ أَشْرَكَ (۱)

"جس نے دکھاوے کے لیے نماز پڑھی اُس نے شرک کیا۔"

• عمل کا اجر صرف اور صرف آخرت میں مطلوب ہونا چاہیے۔ (۲)

• عمل وہی صالح ہے جو سنت کے خلاف نہ ہوں۔ (۳)

• ایمان عمل کے لیے جذبہ محرکہ ہے:

- انسان دنیا میں گناہ کر کے فوری فوائد و لذات حاصل کر سکتا ہے اور جرائم کی سزا سے بچ سکتا ہے۔ اس کے باوجود یہ ایمان ہے جو انسان کو گناہوں سے پرہیز اور نیکی کو اختیار کرنے کا ذریعہ بنتا ہے۔ اللہ کی محبت اور آخرت میں جو ابد ہی کا احساس انسان کو باوجود تکالیف کے عمل صالح پر کار بند رکھتا ہے۔

## (5) ایمان کا حاصل امن:

قَائِي الْفَرِيقَيْنِ أَحَقُّ بِالْأَمْنِ ۚ إِنَّ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا

إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولَئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ مُهْتَدُونَ ۝ (الانعام: 81-82)

"تو ان دونوں فریقوں میں سے امن کا زیادہ حق دار کون ہے اگر تم خبر رکھتے ہو۔ جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو ظلم (شرک) کے ساتھ نہیں ملا یا، ان ہی کے لیے امن ہے اور وہی ہدایت پانے والے ہیں۔"

• کائنات اور اپنی ذات کے بارے میں انسان کے ذہن میں کئی سوالات پیدا ہوتے ہیں، مثلاً:

- i. کائنات کا اور میرا خالق کون ہے؟
- ii. کائنات کا اور میرا مقصد تخلیق کیا ہے؟
- iii. کائنات کی ابتدا کب ہوئی اور اس کی انتہا کیا ہے؟
- iv. کائنات کے ساتھ خالق کا تعلق کیا ہے؟
- v. میں کون ہوں، کہاں سے آیا ہوں اور میری انتہا کیا ہے؟

(۱) مسند احمد، کتاب بَاقِي مُسْنَدُ الشَّامِيَيْنِ، باب حَدِيثُ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ، 16517

(۲) ملاحظہ ہو ریاکار شہید، عالم دین اور انفاق کرنے والے کا آخرت میں انجام (منتخب نصاب حصہ اول - نکات برائے درس و تدریس، درس دوم)

(۳) ملاحظہ ہو تین اشخاص کا آپ ﷺ کی عبادت کی کیفیت پوچھنے سے متعلق واقعہ (منتخب نصاب حصہ اول - نکات برائے درس و تدریس، درس دوم)

.vi پیدائش سے قبل میری کوئی حقیقت تھی یا نہیں؟

.vii موت کے بعد میرا وجود برقرار رہے گا کہ نہیں؟

.viii دنیا میں کچھ انسان کیوں تکالیف، مشقتوں یا ظلم و ستم کا شکار ہیں؟

ان سوالات کی وجہ سے انسان شدید ذہنی کوفت اور اعصابی دباؤ میں مبتلا ہوتا ہے۔ وہ مجبور ہے کہ محض اپنے حواس کے ذریعہ مندرجہ بالا سوالات کا اطمینان بخش جواب یعنی علم حقیقی نہیں پاسکتا۔ یہ انبیاء کرام تھے جو ایک خاص ذریعہ علم یعنی وحی کی بنیاد پر مندرجہ بالا سوالات کا جواب دیتے تھے۔ جو انسان کسی نبی کی بتائی ہوئی باتوں کی تصدیق کرتا ہے، اُس کی بے چینی ختم ہو جاتی ہے۔ اُسے ایک امن اور سکون کی کیفیت حاصل ہوتی ہے۔ کائنات اور خود اپنی حقیقت کا علم حاصل کرنے کی جو پیاس اُس کی فطرت میں تھی، اُسے تسکین مل جاتی ہے۔ چنانچہ اس داخلی امن ہی کا نام ایمان ہے۔

• ہمارے نفع و نقصان کا کل اختیار اللہ کے پاس ہے۔ ہمیں مخلوقات میں نہ کسی کی خوشامد کرنے کی حاجت ہے اور نہ کسی سے ڈرنے کی ضرورت ہے۔

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے

ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات

• کشمکش حیات میں ہر آن محسوس ہوتا ہے کہ میں اکیلا نہیں میرا ایک زبردست مددگار ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے الفاظ: لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا (التوبة: 40)

حضرت موسیٰ کے الفاظ: إِنَّ مَعِيَ رَبِّي سَيَهْدِينِ (الشعراء: 26)

• حادثات پر صبر و سکون، جو کیا اللہ نے کیا، ہونا ہی ایسے تھا، نقصان عارضی ہے، اسی میں خیر ہے، ذریعہ امتحان ہے، صبر پر روز قیامت اجر ملے گا۔

• خدشات اور اوہام سے نجات۔ آئندہ جو ہو گا وہ اللہ ہی کرے گا اور اللہ ہمارا ہم سے بڑھ کر خیر خواہ ہے۔

گویا ایمان کا حاصل ہے۔ زوالِ خوف و حزن

## (6) ایمان کا تقاضا: جہاد فی سبیل اللہ

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۗ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ﴿١٥٤﴾ (المحجرات 49: 15)

"مومن تو بس وہ ہیں جو اللہ اور اُس کے رسول ﷺ پر ایمان لائے پھر شک میں نہ پڑے اور انہوں نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ، یہی لوگ سچے ہیں۔"

اللہ پر ایمان اور اس سے محبت کا تقاضا ہے کہ اپنی ذات اور خارج میں ہر اس شے کو فروغ دیا جائے جو اُسے پسند ہے اور ہر اس چیز کے خلاف جدوجہد کی جائے جو اُسے ناپسند ہے۔

## (7) حقیقی مومن کون ہے؟

• حقیقی مومن کی باطنی کیفیات:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَّتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴿٨٠﴾ (الانفال 8: 2)

"مومن تو بس وہ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو اُن کے دل لرز جاتے ہیں اور جب اُن پر اُس (اللہ) کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو یہ اُن کا ایمان بڑھادیتی ہیں اور وہ اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں۔"

• حقیقی مومن کی خارجی سرگرمیاں:

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوْا وَنَصَرُوا أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا ۗ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ﴿٧٤﴾ (الانفال 8: 74)

"اور جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جنہوں نے (ہجرت کرنے والوں کو) جگہ دی اور اُن کی مدد کی، یہی لوگ سچے مومن ہیں۔ اُن کے لیے (اللہ کے ہاں) بخشش اور عزت کی روزی ہے۔"

## (8) کیا ہمیں ایمان حقیقی حاصل ہے؟

ہماری اکثریت ایمان حقیقی سے محروم ہے!

• اگر ہم مومن ہوتے تو آج دنیا میں غالب ہوتے:

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿١٣٩﴾  
(آل عمران 3: 139)

"اور نہ ہمت ہارو اور نہ ہی غمگین ہو، تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو۔"

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ يَكُونَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهِ ﴿١﴾  
"تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کی خواہش نفس اس شریعت کے تابع نہ ہو جائے جو میں لایا ہوں۔"

## (9) ایمان حقیقی کے حصول کے ذرائع:

ایمان ہمارے اندر موجود ہے۔ اسے شعوری سطح پر لانے کے ذرائع:

i. صحبتِ صادقین:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ ﴿١١٩﴾ (التوبة: 9: 119)  
"اے ایمان والو! اللہ کی نافرمانی سے بچو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔"

صادقین کی وضاحت:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۗ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ﴿١٥٠﴾  
(الحجرات 49: 150)

"مومن تو بس وہ ہیں جو اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لائے پھر شک میں نہ پڑے اور انہوں نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ، یہی لوگ سچے ہیں۔"

ii. سلفِ صالحین کی سیرت کا مطالعہ

iii. آیاتِ آفاقی پر غور:

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ مَّاءٍ فَأَحْيَا بِهِ

(1) شرح السنّة، کتاب الإیمان، باب رَدِّ الْبِدْعِ وَالْأَهْوَاءِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ

الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ ۖ وَنَصْرَفِ الرِّيحِ وَالسَّحَابِ  
الْمُسْحَرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴿۱۶۴﴾ (البقرة: 164)

"بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں اور رات اور دن کے ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے میں اور کشتیوں (اور جہازوں) کے سمندر میں رواں ہونے میں جن کے ذریعہ وہ (اللہ) لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے اور اس پانی میں جس کو اللہ تعالیٰ آسمان سے برساتا اور اُس سے زمین کو مرنے کے بعد زندہ (یعنی خشک ہونے کے بعد سرسبز) کر دیتا ہے اور زمین پر ہر قسم کے جانور پھیلانے میں اور ہواؤں کے چلانے میں اور بادلوں میں جو آسمان اور زمین کے درمیان گھرے رہتے ہیں عقلمندوں کے لیے (اللہ تعالیٰ کی قدرت کی) نشانیاں ہیں۔"

iv. آیاتِ نفسی پر غور:

وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُوقِنِينَ ﴿۲۰﴾ وَفِي أَنفُسِكُمْ ۚ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ﴿۲۱﴾

(الذّٰریت 20-21)

"اور یقین لانے والوں کے لیے زمین میں نشانیاں ہیں۔ خود تمہاری اپنی ذات میں (بھی)، تو کیا تم نہیں دیکھتے؟"

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغِ زندگی  
تو اگر میرا نہیں بنا نہ بن اپنا تو بن

v. آیاتِ قرآنی پر غور:

هُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ عَلَىٰ عَبْدِهِ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ لِّيُخْرِجَكُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ  
(الحديد: 9)

"وہی تو ہے جو اپنے بندے پر واضح آیات نازل فرماتا ہے تاکہ وہ تمہیں نکالیں اندھیروں سے روشنی کی طرف۔"

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَّتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ  
آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴿۸﴾ (الانفال: 2)

"مومن تو بس وہ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل لرز جاتے ہیں اور جب ان پر اُس (اللہ) کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو یہ ان کا ایمان بڑھادیتی ہیں اور وہ اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں۔"

وَ إِذَا مَا أَنْزَلَتْ سُورَةً فَمِنْهُمْ مَن يَقُولُ أَيْنَكُم رَادَّتْهُ هَذِهِ إِيْمَانًا فَمَا الَّذِيْنَ آمَنُوا فَرَادَتْهُمْ إِيْمَانًا وَ هُمْ يَسْتَبْشِرُونَ ﴿١٢٤﴾ (التوبة: 124)

"اور جب اتاری جاتی ہے کوئی سورت، تو ان میں سے بعض (ازراہ تمسخر دوسروں سے) کہتے ہیں کہ تم میں سے کس کے ایمان میں اس سورت نے اضافہ کیا؟ سو جو ایمان والے ہیں ان کے ایمان میں تو واقعی اس سورت نے اضافہ کیا ہے اور وہ خوش ہو رہے ہیں۔"

### خوبصورت ایمان کس کا ہے؟

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: أَى الْخَلْقِ أَعْجَبُ إِلَيْكُمْ إِيْمَانًا؟ قَالُوا: الْمَلَائِكَةُ، قَالَ: وَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ وَ هُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ؟ قَالُوا: فَالْتَّيْبُونَ، قَالَ: وَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ وَ الْوَحْيُ يُنَزَّلُ عَلَيْهِمْ؟ قَالُوا: فَنَحْنُ، قَالَ: وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُونَ وَ أَنَا بَيْنَ أَظْهَرِكُمْ؟ قَالَ: فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: إِنَّ أَعْجَبَ الْخَلْقِ إِلَيَّ إِيْمَانًا لِقَوْمٌ يَكُونُونَ بَعْدَكُمْ يَجِدُونَ صُحُفًا فِيهَا كِتَابٌ يُؤْمِنُونَ بِمَا فِيهَا ۝<sup>(۱)</sup>

نبی اکرم ﷺ نے (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے) پوچھا: "تمہارے نزدیک سب سے زیادہ خوبصورت ایمان کس کا ہے؟" صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا فرشتوں کا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "وہ ایمان کیوں نہ لائیں جبکہ وہ اپنے رب کے پاس ہیں" صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا تو پھر انبیاء رضی اللہ عنہم کا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "وہ ایمان کیوں نہ لائیں جبکہ ان پر وحی نازل ہوتی ہے" صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا تو پھر ہمارا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "تم ایمان کیوں نہ لاؤ جبکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں" آپ ﷺ نے فرمایا: "جان لو سب سے خوبصورت ایمان ان لوگوں کا ہو گا جو تمہارے بعد آئیں گے، قرآن کو صفحات میں لکھا ہوا پائیں گے اور اس کی تعلیمات پر ایمان لائیں گے۔"



## منتخب نصاب حصہ دوم

### درس اول: سورۃ الفاتحہ<sup>1</sup>

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ۝ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝  
الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝ مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ ۝ إِيَّاكَ  
نَعْبُدُ وَ إِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ۝ إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ  
عَلَيْهِمْ ۝ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ۝

### تمہیدی نکات:

1. منتخب نصاب کے حصہ دوم کا درس اول سورۃ الفاتحہ پر مشتمل ہے۔
2. نہ صرف ترتیب تلاوت بلکہ نزول کے اعتبار سے بھی سورۃ الفاتحہ پہلی مکمل سورت ہے۔
3. اس سورۃ مبارکہ کے کئی نام ہیں جیسے الفاتحہ (قرآن پاک کی افتتاحی سورت)، أمر القرآن (قرآن کی جڑ)، اساس القرآن (قرآن کی بنیاد)، الشافیۃ (شفاء دینے والی)، الکافیۃ (کفایت کرنے والی)، الوافیۃ (پورا کرنے والی)، المناجات (دعا)۔
4. اس سورۃ مبارکہ کی عظمت کے لیے نوٹ فرمائیے:  
• سورۃ الحججہ<sup>15</sup> آیت 87 میں فرمایا گیا:

وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَ ۝ (الحججہ: 87)

"ہم نے آپ ﷺ کو عطا فرمائیں سات (آیات) دہرائی جانے والی جو کہ  
(بذات خود) ایک عظیم قرآن کا درجہ رکھتی ہیں۔"

- وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا أَنْزَلْتُ فِي التَّوْرَةِ وَلَا فِي الْإِنْجِيلِ وَلَا فِي الزَّبُورِ وَلَا فِي  
الْقُرْآنِ مِثْلَهَا وَإِنَّهَا سَبْعٌ مِّنَ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَ الَّذِي أُعْطِيْتُهُ<sup>(1)</sup>  
"اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، یہ وہ سورت ہے جس کی مثل نہ تورات

(1) سنن الترمذی، کتاب فضائل القرآن عن رسول اللہ ﷺ، باب ما جاء في فضل فاتحة الكتاب، عن أبي هريرة

میں نازل ہوئی، نہ انجیل میں، نہ زبور میں اور نہ ہی قرآن میں اس کی نظیر موجود ہے اور یہ ہی ہے "سَبَّحُ مِنَ الْمَثَانِي" اور یہ ہی "الْقُرْآنُ الْعَظِيمُ" ہے جو مجھے عطا کیا گیا۔"

- اعْظَمَ سُورَةَ فِي الْقُرْآنِ (۱) "سورہ فاتحہ قرآنِ حکیم کی سب سے عظیم سورت ہے۔"
- ابْشِرْ بِنُورَيْنِ اَوْ تَيَّتَهُمَا لَمْ يُوْتَهُمَا نَبِيٌّ قَبْلَكَ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ وَخَوَاتِيمَ سُورَةِ الْبَقَرَةِ (۲) "نبی اکرم ﷺ کو دو ایسے نور دیئے گئے جو آپ ﷺ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیئے گئے یعنی سورۃ الفاتحہ اور سورۃ البقرۃ کی آخری (دو) آیات۔"
- سورۃ الفاتحہ پورے قرآن حکیم کے لیے مقدمے اور دیاچے کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ ایک دعا ہے اور پورا قرآن حکیم جو اب دعا ہے۔

5. سورۃ الفاتحہ نماز کا جزو لازم ہے:

لَا صَلَوةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ (۳)

"اس شخص کی نماز ہی نہیں جس نے سورۃ الفاتحہ نہ پڑھی۔"

- باجماعت نماز میں مقتدی کے لیے سورۃ الفاتحہ پڑھنے کے حوالے سے تین آراء ہیں:
  - صرف امام سورۃ الفاتحہ پڑھے گا۔ (امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ)
  - مقتدی بھی ہر نماز میں سورۃ الفاتحہ پڑھے گا۔ (امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ)
  - مقتدی صرف سرّی نمازوں (ظہر و عصر) میں سورۃ الفاتحہ پڑھے گا۔ (امام مالک رحمۃ اللہ علیہ)

- مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی حدیثِ قدسی میں سورۃ الفاتحہ ہی کو نماز قرار دیا گیا ہے۔ (حدیث کا متن درس کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں)

6. آیات کا تجزیہ:

آیات 1 - 3: اللہ کے لیے: اللہ کی حمد و ثناء اور بڑائی کا بیان

آیت 4: اللہ اور بندے کے درمیان عہد و پیمانہ

(۱) صحیح البخاری، کتاب فضائل القرآن، باب فضل فاتحۃ الكتاب، عن أبي سعيد بن المعلى

(۲) صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرها، باب فضل الفاتحۃ وخواتیم سورۃ البقرۃ، عن ابن عباس

(۳) صحیح البخاری، کتاب الأذان، باب وجوب القراءة للإمام والمأمور فی الصلوات کلہا فی الحضر والسفر،

عن عبادة بن الصامت

آیات 5 - 7: بندے کے لیے: بندے کی احتیاج اور دعا

ترازو کی تمثیل از مولانا ابوالکلام آزاد

7. سورة الفاتحة کا اسلوب دعائیہ ہے، لیکن قرآن حکیم کے عمومی دعائیہ اسلوب سے مختلف ہے۔ قرآن حکیم کا عمومی دعائیہ اسلوب دو طرح کا ہوتا ہے:

i. لفظ قُلْ کہہ کر دعا کی تلقین کی جاتی ہے جیسے **قُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا** (طہ: 20: 114) "کہہ دیجئے! اے میرے رب میرے علم میں اضافہ فرما۔"

ii. نیک بندوں کا ذکر کر کے اُن کی دعایان کی جاتی ہے۔ جیسے سورة الفرقان<sup>25</sup> کی آیت 65 میں عباد الرحمن کی دعایان کی گئی ہے:

**وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ۝**

"اور جو دعائیں مانگتے ہیں کہ اے ہمارے رب، دوزخ کے عذاب سے ہمیں بچالے۔ بے شک اُس کا عذاب تو چمٹنے والا ہے۔"

سورة الفاتحة میں مندرجہ بالا دونوں اسلوب نہیں ہیں۔ گویا یہ انسان کی فطرت کی پکار ہے جو آپ سے آپ اس کی زبان پر آرہی ہے اور اسے اللہ نے الفاظ کا سانچہ عطا فرما دیا ہے:

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا

میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

بالکل اسی طرح جیسے حضرت آدم ﷺ کو جب جنت میں کی گئی خطا پر ندامت ہوئی تو انہیں اظہارِ ندامت کے لیے کلمات اللہ نے سکھائے تھے:

**فَتَلَقَىٰ آدَمَ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ (البقرة: 37)**

"پھر سیکھ لیے آدم ﷺ نے اپنے رب سے (معذرت کے) کچھ کلمات اور اللہ نے اُن کی توبہ قبول فرمائی۔"

اللہ نے آدم ﷺ کو جو کلمات سکھائے ان کا ذکر سورة الاعراف<sup>7</sup> آیت 23 میں ہے:

**رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝**

"اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر (بڑا) ظلم کیا اور اگر تو نے ہمیں معاف نہ کیا اور ہم پر رحم نہ فرمایا تو یقیناً ہم خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔"

سورة الفاتحة کا نہ صرف اسلوب دعائیہ ہے بلکہ اس سورت میں دعا مانگنے کا سلیقہ بتایا گیا ہے یعنی:

i. اللہ کی حمد و ثناء کا بیان

ii. اللہ کی بندگی کرنے کا اقرار

iii. اپنی بے بسی و لاچارگی کا اعتراف

iv. آخر میں اللہ سے عاجزانہ دعا

8. سورة الفاتحة کا موضوع ہے سلیم الفطرت انسان کے جذبات کی ترجمانی یعنی:

i. غور و فکر کا حاصل (ابتدائی چار آیات):

- منعم حقیقی کی پہچان اور اس کے لیے اظہارِ تشکر
- نیکی اور بدی کے شعور کی بنیاد پر جزا و سزا کا تصور
- شکر کے نتیجہ کے طور پر منعم حقیقی کی عبادت کا اقرار
- اپنی بے بسی و لاچارگی کا اظہار

ii. ضرورت و احتیاج (آخری تین آیات):

- غور و فکر سے حاصل شدہ ایمان کی یقین میں تبدیلی
- نیکی کے لیے متوازن نمونہ
- اجتماعی معاملات میں حقوق و فرائض کے لیے متوازن رہنمائی

### اہم نکتہ

قرآن حکیم کا اولین مخاطب وہ سلیم الفطرت انسان ہے جو غور و فکر کے ذریعہ سورة الفاتحة کی ابتدائی چار آیات میں بیان شدہ حقائق تک از خود پہنچ چکا ہو۔ یہ انسان سورة البقرة<sup>2</sup> آیت 2 کے حوالے سے متقی ہے،

جس کے لیے قرآن کتاب ہدایت ہے اور سورة التوبة<sup>9</sup> آیت 100 کے حوالے سے اس کا شمار "الشَّقِيقُونَ" **الْاَوْثُونَ** میں ہوتا ہے۔ ایسے لوگ جن کی فطرت پر غلط ماحول اور نفسانیت نے ہلکے سے پردے ڈال دیے ہوتے ہیں، وہ بھی **الشَّقِيقُونَ الْاَوْثُونَ** کی پیروی کر کے قرآن حکیم سے ہدایت حاصل کرتے ہیں اور سورة التوبة<sup>9</sup> آیت 100 کے حوالے سے "وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِاِحْسَانٍ" میں شامل ہو جاتے ہیں۔

البتہ کچھ لوگوں کی فطرت پر غلط ماحول اور نفسانیت کے دبیز پردے پڑے ہوتے ہیں:

كَلَّا بَلْ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿١٠٠﴾ (المطففين 83: 14)

"ہرگز نہیں! بلکہ ان لوگوں کے دلوں پر ان کے کرتوتوں کا زنگ (بیٹھ گیا) ہے۔"

ایسے لوگ سورة البقرة<sup>2</sup> آیت 6 کے حوالے سے ان کافروں میں شامل ہو جاتے ہیں جو ہدایت قرآنی سے ہمیشہ محروم رہتے ہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ ءَأَنذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٦﴾

"جن لوگوں نے (ان باتوں کو ماننے سے) انکار کیا ان کے حق میں یکساں ہے کہ تم ان کو (انکارِ حق کے نتائج سے) ڈراؤ یا نہ ڈراؤ وہ (کبھی) ایمان نہ لائیں گے۔"

أَعَاذَنَا اللَّهُ مِنْ ذَلِكَ

## سورة الفاتحة پر غور و فکر

### آیت 1

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١﴾

"کل شکر و ثنا اللہ کے لیے ہے جو تمام جہان والوں کا مالک و پروردگار ہے۔"

1. حمد:

- حمد = شکر + ثناء (کسی محسن کی ایسی مدح جس میں شکر کے جذبات بھی شامل ہوں)
- قرآن حکیم میں یکساں و قفوں سے سورتوں کا آغاز کلمہ حمد سے ہوتا ہے:
- سورة الفاتحة<sup>1</sup>، سورة الانعام<sup>6</sup>، سورة الكهف<sup>18</sup>، سورة سبا<sup>34</sup>
- نبی اکرم ﷺ کے اسمائے مبارکہ کا حمد کے ساتھ خاص تعلق ہے جیسے محمد، احمد، حامد، محمود۔ روز قیامت آپ ﷺ مقام محمود پر فائز ہوں گے اور اللہ کی حمد کا جھنڈا لے کر اُس کی ایسی حمد کریں گے جیسی اس سے قبل کسی نے نہیں کی تھی۔
- "أَدْعِيَهُ مَا ثَوَّرَهُ" میں کلمہ حمد کی کثرت
- اہل جنت کا وظیفہ۔ کلمہ حمد

دَعْوُهُمْ فِيهَا سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ ۗ وَآخِرُ دَعْوَاهُمْ أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ

رَبِّ الْعَالَمِينَ (يونس: 10)

"ان (باغوں) میں (داخل ہوتے ہی) وہ پکار اُٹھیں گے سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ (یعنی اے اللہ تو پاک ہے) اور ان (باغوں) میں ان کی (باہمی) دُعائے خیر سَلِّمْ (عَلَيْكَ) ہوگی اور ان کی بات کا خاتمہ ہوگا الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (یعنی کل شکر و ثنا اللہ کے لیے ہے جو تمام جہان والوں کا رب ہے)۔"

• **التَّسْبِيحُ نِصْفُ الْمِزَانِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ يَمْلَأُهُ (۱)**

"کلمہ سُبْحَانَ اللَّهِ (معرفت الہی کے بیان کے) میزان کو آدھا بھرتا ہے اور کلمہ الْحَمْدُ لِلَّهِ اسے پُر کر دیتا ہے۔"

2. اللہ:

دو آراء:

i. اسم علم اور جامد ... اسم ذات ... باقی تمام نام صفاتی

ii. إله سے مشتق: الله = آل + إله

إله کے کئی معنی ہیں جیسے وہ ہستی جس کی عبادت کی جائے یا جس کی طرف ضرورت کے وقت لپکا جائے یا جو انسان کو حیرت میں ڈال دے یا جس سے والہانہ محبت ہو یا جو بالکل مخفی ہو (بقول امام رازی رحمۃ اللہ علیہ) سُبْحَانَ الَّذِي أَحْتَجِبُ بِشِدَّةِ ظُهُورِهِ "پاک ہے وہ ذات جو اوٹ میں آگئی اپنے ظہور کی شدت سے"۔

**درج بالا معانی کا کامل مصداق صرف اللہ ہی ہے**

يَا اللَّهُ ظاہر کر رہا ہے کہ لفظ اللہ اسم جامد ہے اور اس میں لام تعریف موجود نہیں ورنہ يَا أَيُّهَا اللَّهُ ہوتا۔ اسی طرح وصل کی صورت میں اللہ کے 'الف' کا حذف ہو جانا ظاہر کرتا ہے کہ اللہ اسم جامد نہیں ہے۔ گویا لفظ اللہ ہمارے فہم سے بالاتر ہے۔

3. رَبُّ :

لفظ رب کا مادہ ہے رب ب (ن) جس سے فعل کے معنی ہیں مالک ہونا، بالادست ہونا، انتظام کرنا۔ امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے مفردات القرآن میں اس فعل کی تعریف یوں بیان کی ہے:

**إِنشَاءُ الشَّيْءِ حَالًا فَحَالًا إِلَى حَدِّ تَمَاهٍ**

"کسی شے کو درجہ بدرجہ ابتداء سے آخری حد تک لے جانا"

(۱) سنن الترمذی، کتاب الدعوات، عن رسول اللہ، باب ما جاء في عقدة التسبيح باليد، عن عبد الله بن عمرو

رب کے معنی ہیں مالک یا آقا۔ سورۃ یوسف<sup>12</sup> آیت 23 میں حضرت یوسف ؑ کے عزیز مصر کے بارے میں یہ الفاظ نقل کیے گئے ہیں کہ: **إِنَّ رَبِّيَ أَحْسَنَ مَثْوَايَ** "بلاشبہ وہ میرا ایسا آقا ہے جس نے مجھے اچھی طرح رکھا ہے۔"

رب کے ایک اور معنی ہیں ضروریات پوری کرنے والا، پروان چڑھانے والا، پروردگار، پالنے والا۔ اللہ تعالیٰ ہی حقیقی رب ہے جو تمام مادی و روحانی ضروریات پوری فرماتا ہے۔ دونوں مفاہیم میں مطابقت یہ ہے کہ جو مالک ہوتا ہے وہی اپنی ملکیت کی تمام ضروریات بھی پوری کرتا ہے۔

#### 4. **عالمین:**

مادہ: علم نشان لگانا **عَلَّمَ**: جھنڈا (پہچان کا ذریعہ)

**عَالَمٌ**: جہان (اللہ کی پہچان کا ذریعہ) **عَالَمِينَ عَالَمٌ** کی جمع

عربی زبان میں طرف سے مراد مظروف بھی ہوتا ہے لہذا **عَالَمٌ** کے دوسرے معنی ہیں جہان والے۔ سلیم الفطرت انسان میں ابتداءً شکر کے جذبات پیدا ہوتے ہیں والدین کے لیے، پھر معاشرے کے دیگر افراد کے لیے، پھر مظاہر قدرت کے لیے اور بالآخر اللہ تعالیٰ کے لیے کہ اصلاً وہی رب العالمین ہے۔

### آیت 2

**الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ**

"وہ بہت زیادہ اور مسلسل رحم کرنے والا ہے۔"

#### 1. **رحمان:**

مادہ: رحم فعلان کا وزن۔ اس وزن کی خاصیت ہے جوش، ولولہ رحمان کے معنی ہیں بہت رحم کرنے والا۔

#### 2. **رحیم:**

مادہ: رحم فعیل کا وزن۔ اس وزن کی خاصیت ہے دوام و تسلسل رحیم کے معنی ہیں مسلسل رحم کرنے والا۔

اللہ تعالیٰ کی شانِ رحمت میں جوش بھی ہے اور دوام بھی۔ فرض کیجئے کسی حادثہ میں ایک معصوم بچے کے ماں اور باپ دونوں جاں بحق ہو جاتے ہیں۔ اس بچہ کو دیکھ کر ہمیں ترس آتا ہے اور ہم اسے اٹھا کر سینہ سے چمٹا لیتے ہیں۔ یہ رحمت کا جوش ہے۔ اب مستقل مزاجی سے اُس بچہ کی پرورش کرنا رحمت کا دوام ہے۔

قرآن حکیم کے بالکل آغاز میں اللہ کا تعارف ربوبیت و رحمت کی صفات سے کرایا جا رہا ہے۔ گویا اللہ اور بندے کا فطری تعلق خوف کے بجائے محبت کے جذبہ پر استوار ہے۔ ایک سلیم الفطرت انسان محسوس کرتا ہے کہ اللہ کی رحمت میں جوش بھی ہے جس کے تحت وہ درد کے ماروں کی پکار کو سن کر اُن کی فوری مدد فرماتا ہے اور اس کی رحمت مسلسل بھی ہے جس کے تحت وہ فرمانبرداروں اور نافرمانوں دونوں کی ضروریات پوری کرتا رہتا ہے۔

### آیت 3

مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ ﴿٣﴾

"بدلے کے دن کا مالک ہے"

• دین:

ماڈہ: دین لغوی مفہوم: بدلہ ... اصطلاحی مفہوم: قانون، نظام اطاعت، اطاعت ایک سلیم الفطرت انسان غور و فکر کے ذریعہ اس نتیجہ تک پہنچ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا رخ خانہ قدرت میں کوئی شے بے مقصد پیدا نہیں فرمائی۔ البتہ ہمارے باطن میں جو نیکی و بدی کا شعور ہے خارجی نتائج کے اعتبار سے بظاہر بامقصد نظر نہیں آتا۔ نیکی پر ہمیں مسرت اور بدی پر خلش محسوس ہوتی ہے لیکن دنیا میں نیکی کی جزا اور بدی کی سزا اپنی اپنی مناسبت سے نہ ملتی ہے اور نہ مل سکتی ہے۔ گویا یہ دنیا اخلاقی اعتبار سے نامکمل ہے۔ اللہ کی صفات رحمت و عدل اور نیکی و بدی کے حوالے سے ہماری متضاد باطنی کیفیات کے بامقصد ہونے کا تقاضا ہے کہ ایک دن ایسا ہو جس میں نیکیوں کو ان کی نیکیوں کے تناسب سے بھرپور انعام اور ظالموں کو ان کی برائیوں کی مناسبت سے بھرپور سزا ملے۔ اس روز کوئی لین دین، سفارش اور رشتہ داری مجرموں کو مکافاتِ عمل سے نہ بچا سکے۔ یہ ہے توحید سے آخرت تک عقلی سفر۔ قرآن حکیم میں ان حقائق کو یوں بیان کیا گیا ہے:

i. دنیوی زندگی امتحان کے لیے ہے:

الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا (الملك: 67:2)

"وہ (ذات) کہ جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تم لوگوں کو آزمائے کہ تم میں کون عمل میں بہتر ہے۔"

ii. اعمال کا بدلہ روز قیامت ملے گا:

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أَجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَ

أُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ (آل عمران: 185:3)

"ہر شخص کو (بالآخر) موت کا مزہ چکھنا ہے اور تم کو (تمہارے اعمال کا) پورا پورا بدلہ تو قیامت ہی کے دن دیا جائے گا۔ (اس دن) جو شخص دوزخ کی آگ سے بچا لیا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا وہی کامیاب ہو اور دنیا کی زندگی تو اس کے سوا کچھ نہیں کہ صرف دھوکے کا سامان ہے۔"

iii. روز قیامت کل اختیار صرف اللہ کے پاس ہوگا:

لَيْسَ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (المؤمن: 40:16)

"(اس روز پوچھا جائے گا) آج بادشاہی کس کی ہے؟ (تمام خلقت پکار اٹھے گی) اللہ واحد قہار کی۔"

iv. روز قیامت کوئی تجارت، دوستی اور سفارش کام نہ آئے گی:

يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمٌ لَا بَيْعٌ فِيهِ وَلَا

خَلَّةٌ وَلَا شَفَاعَةٌ وَالْكَافِرُونَ هُمُ الظَّالِمُونَ (البقرة: 254:2)

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، جو کچھ ہم نے تمہیں دے رکھا ہے اس میں سے (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو قبل اس کے کہ وہ (قیامت کا) دن آجائے جس میں نہ خرید و فروخت ہوگی، نہ دوستی (کام آئے گی) اور نہ سفارش (چلے گی) اور (اس حقیقت سے) انکار کرنے والے ہی ظالم ہیں۔"

## آیت 4

إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ

"(اے پروردگار) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور کریں گے اور تجھ

ہی سے مدد مانگتے ہیں اور مانگیں گے۔"

• عبادت:

- مادہ: ع ب د عَبَدُ کے معنی ہیں غلام۔
- عبادت کے معنی ہیں غلامی یعنی ہر وقت اور ہر معاملہ میں کسی کی اطاعت کرنا۔
- غلامی اور ملازمت کے فرق پر غور کرنے سے عبادت کا وسیع مفہوم واضح ہوتا ہے۔
- اللہ کی عبادت سے مراد ہے زندگی کے ہر گوشے میں پورے ذوق و شوق کے ساتھ اللہ کی کلی اطاعت کرنا۔ بقول حافظ ابن قیم **رحمۃ اللہ علیہ**:

**الْعِبَادَةُ تَجْمَعُ أَصْلَابَ غَايَةِ الْحُبِّ مَعَ غَايَةِ الدُّنَى وَالْخُضُوعِ**

"عبادت دو چیزوں کو جمع کرتی ہے یعنی انتہائی درجے کی محبت اور اس کے ساتھ مکمل طور پر عاجزی اختیار کرنا اور خود کو جھکا دینا۔"

عبادت = محبت قلبی (روح) + اطاعت کلی (جسم)

- قرآن حکیم میں 33 بار اللہ کی عبادت کرنے کا حکم دیا گیا۔
- قرآن حکیم میں اللہ کی عبادت کو جن و انس کا مقصدِ تخلیق قرار دیا گیا:

**وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴿٥١﴾ (الذّٰرِیٰۃ: 56)**

"اور ہم نے نہیں پیدا کیا جنوں اور انسانوں کو مگر اپنی عبادت کے لیے۔"

زندگی آمد برائے بندگی

زندگی بے بندگی شرمندگی

• ہر نبی نے اپنی قوم کو اللہ کی عبادت کرنے کی تلقین کی:

**يُقَوْمُوا عِبَادًا وَاللَّهُ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ (الاعراف: 7، 59، 65، 73، 85)**

"اے میری قوم (کے لوگو) اللہ کی عبادت کرو، اُس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔"

نبی اکرم **صلی اللہ علیہ وسلم** نے پوری نوعِ انسانی کو اللہ کی عبادت کرنے کا حکم دیا:

**يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿٢١﴾**

(البقرہ: 21)

"اے لوگو، عبادت کرو اپنے رب کی جس نے تمہیں پیدا کیا اور ان سب کو جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم پر ہیزگار بن جاؤ۔"

■ عبادت کو محض عبادت سمجھ لینا عبادت کا نہ صرف محدود بلکہ مسخ شدہ تصور ہے۔

سورة ايس 36 آیت 60 میں فرمایا گیا کہ روز قیامت اللہ پوچھے گا:

أَلَمْ آعْهَدْ إِلَيْكُمْ يَبْنَىٰ أَدَمَ أَنْ لَا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ ۚ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ﴿١﴾

"اے اولادِ آدم! کیا ہم نے تمہیں تاکید نہیں کر دی تھی کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا، وہ تمہارا اکلادِ شمن ہے۔"

شیطان کی عبادت سے مراد عبادت نہیں ہو سکتی۔ سورة البينة 98 آیت 5 میں عبادت کا ذکر عبادت کے بعد علیحدہ سے کیا گیا ہے:

وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۚ حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا

الزَّكَاةَ ۚ وَذَلِكَ دِينُ الْقَيِّمَةِ ﴿٥﴾ (البينة 98: 5)

"اور انہیں حکم نہیں دیا گیا تھا مگر یہ کہ اللہ کی عبادت کریں، اسی کی خالص اطاعت کے ساتھ (اور) بالکل یکسو ہو کر، اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں۔ یہی درست (اور صحیح) دین ہے۔"

### ● استعانت:

ماذہ: عون مدد مانگنا، تعاون طلب کرنا

### ● عبادت اور استعانت کا تعلق:

الدُّعَاءُ مُتَّحُ الْعِبَادَةِ (۱) "دعا (اللہ سے استعانت طلب کرنا) عبادت کا مغز ہے۔"

الدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ (۲) "دعا ہی اصل عبادت ہے۔"

بغیر اللہ تعالیٰ کی استعانت کے عبادت یعنی زندگی کے ہر گوشے میں اللہ کی اطاعت ممکن نہیں۔ اسی لیے مسنون دعا ہے:

اللَّهُمَّ أَعِنِّي عَلَىٰ ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ (۳)

"اے اللہ میری مدد فرما اپنے ذکر، اپنے شکر اور اپنی اچھی عبادت کے لیے۔"

(۱) سنن ترمذی، کتاب الدعواتِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، باب مَا جَاءَ فِي فَضْلِ الدُّعَاءِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

(۲) سنن ترمذی، کتاب الدعواتِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، باب مَا جَاءَ فِي فَضْلِ الدُّعَاءِ عَنْ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ

(۳) سنن ابی داؤد، کتاب الصَّلَاةِ، باب فِي الْإِسْتِعْفَارِ وَ سنن النسائی، کتاب السَّهْوِ، باب تَوَعُّؤْ آخِرُ مِنَ الدُّعَاءِ،

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ

## آیت 4 کی خصوصی اہمیت:

- پہلی تین آیات میں اللہ کا ذکرِ غیبی ہے لیکن اس آیت میں ذکرِ خطابِ یعنی اللہ سے براہِ راست ہمکلام ہونے کا بیان ہے۔
- پہلی تین آیات میں توحیدِ نظری کا اور اس آیت میں توحیدِ عملی کا بیان ہے۔
- ضمیرِ مخاطب 'اے' کو مقدم کر کے شرک کی زوردار نفی کی گئی ہے۔
- اس آیت میں جذبہ شکر کے عبادت میں ڈھلنے کا بیان ہے۔
- فعلِ مضارع کے اعتبار سے اس آیت کے دو تراجم کیے جاسکتے ہیں:
  - i. ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں (ایک دعویٰ)
  - ii. ہم تیری ہی عبادت کریں گے اور تجھ ہی سے مدد مانگیں گے (ایک وعدہ)

### اہم نکتہ

عالم ظاہری میں غیر اللہ سے استعانت طلب کرنا جائز ہے کیوں کہ اللہ اس عالم سے ماوراء یعنی بالاتر ہے۔ البتہ صرف اللہ کے اذن سے ہی کوئی مدد کر سکتا ہے لہذا ضروری ہے کہ توکل صرف اللہ ہی پر ہو اور استعانت کی طلب خوشامد کی شکل اختیار نہ کرے۔ ہمارے اعتبار سے اللہ عالم غیب میں ہے لہذا اس عالم میں غیر اللہ سے استعانت طلب کرنا شرک ہے۔

## آیت 5

إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ﴿٥﴾

"ہم کو چلا سیدھے راستے پر"

### ہدایت:

- ماڈہ: ہدیٰ ہدایت کا مفہوم ہے راہ نمائی۔ جس کی تین صورتیں ممکن ہیں:
  - (i) بھنا دینا (ii) اشارہ کر دینا (iii) ساتھ لے جا کر منزل تک پہنچا دینا
- ہدایت کا لفظ راہ نمائی کی تیسری صورت کے لیے استعمال ہوتا ہے۔
- انسان زندگی کے آخری سانس تک ہدایت کا محتاج ہے کیوں کہ ہدایت کے بھی کئی درجات ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِينَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى (محمدؐ: 47: 17)

"وہ لوگ جنہوں نے ہدایت (کی راہ) اختیار کی، اللہ انہیں اور زیادہ ہدایت دیتا ہے۔"

■ حصول ہدایت کا یقینی ذریعہ ہے اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (العنکبوت: 29: 69)

"اور جو لوگ ہماری راہ میں جہاد کرتے ہیں ہم ضرور انہیں اپنے راستے دکھائیں گے۔"

## ● اقسام ہدایت:

i. **فکری:** فطرتِ انسانی میں ودیعت شدہ ہے۔ انبیاء کے ذریعہ یقین کا حصول اور امورِ غیبی کی تفصیل معلوم ہوتی ہے۔

ii. **عملی:** انفرادی سطح پر نیکی اور بدی کا شعور فطرتِ انسانی میں موجود ہے:

إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا (الذھر: 76: 3)

"ہم نے اُس کو راہ دکھادی، (اب) خواہ وہ شکر کرنے والا بنے یا کفر کرنے والا۔"

فَالْتَمِهْطَا فُجُورًا وَتَقْوَاهَا (الشمس: 91: 8)

"پھر اُس کی بد کرداری اور اُس کی پرہیزگاری کی اُس کو سمجھ دی۔"

انبیاء اسی ہدایت پر عمل کا ایک عملی اور متوازن نمونہ ہوتے ہیں۔

اجتماعی معاملات میں انسان کلی طور پر ہدایت کا محتاج ہے۔ مثلاً:

1. عورت اور مرد کے درمیان حقوق و فرائض کا صحیح تعین

2. فرد اور اجتماعیت کے درمیان تعلق میں اعتدال

3. امیر اور مامورین کے درمیان حقوق و فرائض کا صحیح تعین

4. سرمایہ اور محنت کے درمیان متوازن نسبت

تکمیلِ دین دراصل اجتماعی معاملات کے ضمن میں تکمیلِ ہدایت ہے۔

■ ہدایت کی احتیاج ہی دراصل وحیِ نبوت یعنی ایمان بالرسالت کی عقلی بنیاد ہے۔ انسان کی

عقل غور و فکر کرتے کرتے تھک جاتی ہے اور انسان خود کو بے بس پا کر اللہ کے سامنے گٹھنے

ٹیک کر مزید راہ نمائی کے لیے ہاتھ پھیلانے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ انبیاء کرام پر نزولِ وحی نے نوعِ انسانی کی اس احتیاج کو پورا کر دیا۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ ﴿٧﴾ (الضحیٰ: 93)

"اور (اے نبی ﷺ! اللہ نے) آپ کو حق کی تلاش میں بے چین پایا تو ہدایت دی۔" حضرت سلمان فارسی، ورقہ بن نوفل، زید بن عمرو بن نفیل اور گوتم بدھ کی حق کی جستجو کی مثالیں اس حقیقت پر شاہد ہیں۔

• صراطِ مستقیم:

• صراط کے معنی ہیں راستہ اور اس کی صفت ہے مستقیم جس کے معنی ہیں سیدھا ہونا۔ صراطِ مستقیم کو قرآن حکیم میں **الصِّرَاطِ السَّوْبِي** (طہ: 20، 135) اور **سَوَاءِ السَّبِيلِ** (القصص: 28، 22) بھی کہا گیا ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے زمین پر ایک نقشہ بنا کر صراطِ مستقیم کی وضاحت فرمائی جو سیدھا جنت میں لے جائے گا اور دیگر متفرق راستوں کی نشاندہی فرمائی جو جہنم میں لے جانے والے ہیں۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے سورۃ الانعام<sup>6</sup> کی آیت 153 کی تلاوت فرمائی<sup>(1)</sup>:

وَ اِنَّ هٰذَا صِرَاطِىْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْنِىْ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوْا السَّبِيْلَ فَتَفْرَقَ بِكُمْ عَن سَبِيْلِيْهِ

"اور یہ کہ میرا سیدھا راستہ یہی ہے تو تم اسی پر چلنا اور دوسرے رستوں پر نہ چلنا کہ (ان پر چل کر) اللہ کے رستے سے الگ ہو جاؤ گے۔"

• سورۃ الانعام<sup>6</sup> آیت 161 میں صراطِ مستقیم کی وضاحت دو اصطلاحات کے ذریعے کی گئی ہے:

قُلْ اِنِّىْ هَدٰىنِىْ رَبِّىْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۙ دِيْنًا قِيْمًا مُّذَمًّا اِبْرٰهِيْمَ حَنِيفًا ۚ وَ مَا

كَانَ مِنَ الشُّرٰكِيْنَ ﴿١٦١﴾

"(اے نبی ﷺ!) کہہ دیجئے مجھے میرے رب نے سیدھا راستہ دکھا دیا ہے جو کہ خالص دین ہے اور طریقہ ہے ابراہیمؑ کا جو بالکل یکسو تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے۔"

اس آیت کی روشنی میں نظری طور پر صراطِ مستقیم ہے دینِ قییم یعنی خالص دین جس کی وضاحت سورة البینة<sup>98</sup> آیت 5 میں بیان کی گئی ہے:

وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا  
الزَّكَاةَ وَذَلِكَ دِينُ الْقَيِّمَةِ ۝

"اور انہیں حکم نہیں دیا گیا تھا مگر یہ کہ اللہ کی عبادت کریں، اسی کی خالص اطاعت کے ساتھ بالکل یکسو ہو کر، اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں۔ یہی ہے خالص دین۔"

اس طرح عملی طور پر صراطِ مستقیم ہے ملتِ ابراہیم جس کی وضاحت سورة البقرة آیت 130-131 میں کی گئی ہے:

وَمَنْ يَرْغَبْ عَنِ مِلَّةِ إِبْرَاهِيمَ إِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهُ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا وَإِنَّهُ فِي  
الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ ۝ إِذْ قَالَ لَهُ رَبُّهُ أَسْلِمْ قَالَ أَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ۝

"اور کون ہے جو ابراہیم کے طریقے سے انحراف کرے مگر وہی جس کی عقل ماری گئی ہو۔ اور ہم نے تو انہیں دنیا میں بھی چن لیا تھا اور آخرت میں بھی وہ صالحین میں شامل ہوں گے۔ (ان کا معاملہ تو یہ تھا کہ) جب بھی ان کے رب نے حکم دیا کہ اطاعت اختیار کرو تو وہ پکار اٹھے کہ میں نے رب العالمین کی اطاعت اختیار کی۔"

## آیت 6

صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۝

"راستہ ان لوگوں کا جن پر (اے اللہ) تو نے انعام کیا"

• مُنْعَمٌ عَلَيْهِمْ (انعام یافتہ لوگ):

ایسے لوگوں کا ذکر سورة النساء<sup>4</sup> آیت 69 میں ہے جن پر اللہ نے انعام فرمایا:

وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَئِكَ رَفِيقًا ۝

"اور جو کوئی اللہ اور رسول کی اطاعت کرے تو ایسے ہی لوگ (آخرت میں) ان (مقبول بندوں) کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین اور یہ کیا ہی اچھے رفیق ہیں۔"

- i. انبیاء: اللہ کے چنے ہوئے بندے۔ نبوت کا سلسلہ ختم ہو چکا۔
  - ii. صدیقین (Introverts): جن کا مزاج غور و فکر کرنے والا ہو۔
  - iii. شہداء (Extroverts): جن کے مزاج میں جوش اور حرکت ہو۔
  - iv. صالحین: نیک لوگ جو محنت سے صدیق و شہید کا درجہ پاتے ہیں۔
- بعض رسول مزاج کے اعتبار سے صدیق تھے جیسے حضرت ابراہیم ؑ جن کے بارے میں سورۃ مریم<sup>19</sup> آیت 41 میں آیا: **إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَبِيًّا** اور اور بعض رسول شہید مزاج کے تھے جیسے حضرت موسیٰ ؑ جن کے بارے میں سورۃ مریم<sup>19</sup> آیت 51 میں آیا: **وَكَانَ رَسُولًا نَبِيًّا**۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امتیازی شان یہ ہے کہ آپ بیک وقت صدیق بھی تھے اور شہید بھی (Ambiverts)۔

## آیت 7

**غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ۝**

"(اے اللہ!) نہ تو ان پر ناراض ہو اور نہ ہی وہ گمراہ ہوئے"

### ● مغضوب علیہم:

ان سے مراد ایسے لوگ ہیں جن پر اللہ نے انعام فرمایا لیکن انہوں نے جان بوجھ کر ایسے برے اعمال کیے کہ اللہ ان سے ناراض ہو گیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ **مَغْضُوبٌ عَلَيْهِمْ** سے مراد یہود ہیں <sup>(۱)</sup>۔ سورۃ البقرۃ<sup>2</sup> آیت 61 میں فرمایا گیا:

**وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَاءُوا بِغَضَبِنَا مِنَ اللَّهِ**

"اور آخر کار ذلت اور محتاجی ان پر مسلط ہو گئی اور وہ اللہ کے غضب میں آ گئے۔"

سورۃ البقرۃ<sup>2</sup> آیت 90 اور سورۃ آل عمران<sup>3</sup> آیت 112 میں بھی یہی مضمون آیا ہے۔ موجودہ دور میں ہم مسلمان **مَغْضُوبٌ عَلَيْهِمْ** کی عبرت ناک تصویر ہیں۔ اللہ ہم پر رحم فرمائے۔ آمین!

### ● ضالین:

یہ ضال کی جمع ہے جس سے مراد ایسے لوگ ہیں جو گمراہ یعنی راہِ حق سے دور ہوں۔ حدیث

(۱) هُوَ لِأَنَّ الْمَغْضُوبَ عَلَيْهِمْ وَأَشَارَ إِلَى الْيَهُودِ (مسند احمد، کتاب مُسْنَدِ الْبَصْرِيِّينَ، بَابِ حَدِيثِ رَجُلٍ سَمِعَ

النَّبِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَقِيقٍ)

نبوی ﷺ ہے کہ ضالین سے مراد عیسائی ہیں (۱)۔ عیسائی بعض مغالطوں کی وجہ سے راہِ حق سے دور ہو گئے۔ انہوں نے محبت کی انتہا میں حضرت عیسیٰ ﷺ کو اللہ کا بیٹا قرار دے دیا:

وَقَالَتِ الْنَّصْرَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ (التوبة: 30)

"اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔"

اسی طرح انہوں نے عمل کی انتہا میں رہبانیت اختیار کر لی:

وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَا عَلَيْهَا (الحديد: 27)

"اور رہبانیت (کی بدعت) انہوں نے (خود) شروع کی، ہم نے اُسے اُن پر واجب نہیں کیا تھا۔"

قرآن حکیم میں راہِ حق کے متلاشی کو بھی ضال کہا گیا ہے۔ اسی معنی میں یہ لفظ سورة الضحیٰ<sup>93</sup> آیت 7 میں نبی کریم ﷺ اور سورة الشعراء<sup>26</sup> آیت 20 میں حضرت موسیٰ ﷺ کے لیے آیا ہے:

وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ (الضحیٰ: 93)

"اور (اے نبی ﷺ! اللہ نے) آپ کو حق کی تلاش میں بے چین پایا تو ہدایت دی۔"

قَالَ فَعَلْتُهَا إِذْ أَوْ أَنَا مِنَ الضَّالِّينَ (الشعراء: 26)

"(موسیٰ نے) کہا، (واقعی) میں نے اُس وقت وہ کام کیا کیوں کہ میں خود ہدایت کا محتاج تھا۔"

• آمین:

سورة الفاتحة کی تلاوت کے اختتام پر آمین کہنا مسنون ہے۔ اس کے معنی ہیں "ایسا ہی ہو"۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

مَنْ وَافَقَ تَأْمِينُهُ تَأْمِينَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ (۲)

"جس کی آمین فرشتوں کی آمین سے مل گئی اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے گئے۔"

### ایک ایمان افروز حدیثِ قدسی

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى قَسَمْتُ الصَّلَاةَ بَيْنِي وَبَيْنَ عَبْدِي نِصْفَيْنِ وَلِعَبْدِي مَا سَأَلَ فَإِذَا قَالَ الْعَبْدُ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى حَمْدِي عَبْدِي وَإِذَا قَالَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمِ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى إِنِّي عَلَىٰ عَبْدِي وَإِذَا قَالَ مَلِكٌ يَوْمَ

(۱) هُوَ لِأَنَّ الضَّالِّينَ يَعْنِي النَّصَارَى (مسند احمد، كتاب مُسْنَدِ الْبَصْرِيِّينَ، باب حَدِيثُ رَجُلٍ سَمِعَ النَّبِيَّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَقِيقٍ)

(۲) صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب جهر الإمام بالتأمين، عن أبي هريرة

الَّذِينَ قَالَ مَجْدَنِي عَبْدِي وَقَالَ مَرَّةً قَوْصَ إِلَى عَبْدِي فَإِذَا قَالَ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ قَالَ  
هَذَا بَيْنِي وَبَيْنَ عَبْدِي وَلِعَبْدِي مَا سَأَلَ فَإِذَا قَالَ إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ

أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ قَالَ هَذَا لِعَبْدِي وَلِعَبْدِي مَا سَأَلَ<sup>(۱)</sup>

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے سنا رسول اللہ ﷺ کو وہ ارشاد کر رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے نماز کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ اور میرے بندے کو وہ عطا کیا گیا جو اس نے مانگا۔ توجہ بندہ **أَلْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ** کہتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے میرا شکر یہ ادا کیا اور جب وہ **أَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ** کہتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے میری تعریف بیان کی ہے اور جب وہ **مَلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ** کہتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے میری بڑائی بیان کی اور ایک بار فرماتا ہے کہ میرے بندے نے اپنے سب کام میرے سپرد کر دیئے توجہ بندہ **إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ** کہتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ حصہ میرے اور میرے بندے کے درمیان مشترک ہے اور میں نے اپنے بندے کو وہ عطا کیا جو اس نے مانگا۔ پھر جب بندہ **إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ** کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ میرے بندے کے لیے ہے اور میرے بندہ کو وہ عطا کیا گیا جو اس نے مانگا۔"

افلاک سے آتا ہے نالوں کا جواب آخر اٹھتے ہیں حجاب آخر کرتے ہیں خطاب آخر



(۱) صحیح مسلم، کتاب الصلوة، باب وجوب قراءة الفاتحة في كل ركعة وإنه إذا لم يُحسن الفاتحة، عن أبي هريرة

## منتخب نصاب حصہ دوم

### درس دوم: سورۃ آل عمران<sup>3</sup> آیات 190-195

اعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝  
 اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الْاَيِّلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ۝ الَّذِيْنَ  
 يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَّ يَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ  
 رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۙ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ رَبَّنَا اِنَّكَ مَنْ تَدْخِلِ النَّارَ  
 فَقَدْ اَخْزَيْتَهُ ۗ وَاَمَّا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝ رَبَّنَا اِنَّا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِي لِلْاِيْمٰنِ  
 اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۗ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاكْفِرْ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا وَاتُوفِّقْنَا مَعَ  
 الْاَبْرَارِ ۝ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَا لَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيَمَةِ ۗ اِنَّكَ لَا تَخْلِفُ  
 الْوَعْدَ ۝ فَاَسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اِنِّيْ لَا اُضِيْعُ عَمَلًا عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ  
 اُنْثٰى ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ ۗ فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْدُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَا  
 قَتَلُوْا وَاَقْتُلُوْا لَا كُفِرْنَ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَاَدْخَلْنَهُمْ جَنَّتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا  
 الْاَنْهَارُ ۚ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الثَّوَابِ ۝

### تمہیدی نکات:

1. منتخب نصاب کے حصہ دوم کا درس دوم سورۃ آل عمران کی آیات 190 تا 195 پر مشتمل ہے۔
2. قرآن حکیم کی طویل سورتوں میں سے اکثر کے آغاز و اختتام پر انتہائی اہم مضامین بیان ہوئے ہیں۔ سورۃ آل عمران کی آیات 190 تا 195 بھی انتہائی اہم مضامین پر مشتمل ہیں۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے ان آیات کی تفسیر میں حسب ذیل روایات نقل کی ہیں:

i. حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: "ایک رات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے اور میرے ساتھ سوئے پھر مجھ سے فرمانے لگے۔ عائشہ! میں اپنے رب کی کچھ عبادت کرنا چاہتا ہوں

مجھے جانے دو، میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! اللہ کی قسم میں آپ ﷺ کا قرب چاہتی ہوں اور یہ بھی میری چاہت ہے کہ آپ ﷺ اللہ عزوجل کی عبادت بھی کریں۔ اب آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور ایک مشک میں سے پانی لے کر آپ ﷺ نے وضو کیا اور نماز کے لیے کھڑے ہو گئے، پھر رونا شروع کیا تو اتنا روئے کہ داڑھی مبارک تر ہو گئی، پھر مسجد میں گئے اور اس قدر روئے کہ زمین تر ہو گئی، پھر کروٹ کے بل لیٹ گئے اور روتے ہی رہے یہاں تک کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آکر نماز کے لیے بلایا اور آپ ﷺ کے آنسو رواں دیکھ کر دریافت کیا کہ اے اللہ کے سچے رسول ﷺ! آپ ﷺ کیوں رورہے ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے تو آپ ﷺ کے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف فرمادیئے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا بلال میں کیوں نہ روؤں؟ مجھ پر آج کی رات یہ آیت اتری ہے (إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ... )۔ ہلاکت ہے اس شخص کے لیے جو اسے پڑھے اور پھر اس پر غور و تدبر نہ کرے" (۱)

ii. حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: "میں نے اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر رات گزاری جو نبی اکرم ﷺ کی زوجہ تھیں۔ نبی اکرم ﷺ جب آئے تو تھوڑی دیر تک تو آپ ﷺ حضرت میمونہ سے باتیں کرتے رہے پھر سو گئے۔ جب آخری تہائی رات باقی رہ گئی تو آپ ﷺ اٹھ بیٹھے اور آسمان کی طرف نگاہ کر کے (إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ... سے آخر سورۃ تک کی آیات تلاوت فرمائیں، پھر کھڑے ہوئے، مسواک کر کے وضو کیا اور گیارہ رکعت نماز ادا کی۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی صبح کی اذان سن کر پھر دو رکعتیں صبح کی سنتیں پڑھیں۔ پھر مسجد میں تشریف لا کر لوگوں کو صبح کی نماز پڑھائی" (۲)

3. ان آیات کا موضوع ہے حصول ایمان حقیقی اور اس کا خارجی مظہر۔ ایمان باللہ فطرت کی روشنی میں آیات آفاقیہ و انفسیہ پر غور کر کے حاصل ہوتا ہے۔ ایمان بالآخرۃ اس حقیقت کے ادراک سے حاصل ہوتا ہے کہ اللہ کی ہر تخلیق با مقصد ہے لہذا ہمارے اندر ودیعت شدہ نیکی اور بدی کا شعور

(۱) صحیح ابن حبان، کتاب الرقاق، باب التوبۃ، عن عطامہ

(۲) صحیح البخاری، کتاب تفسیر القرآن، باب قولہ {إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ...} عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ

جس کا نتیجہ اس دنیا میں نہیں نکلتا، ایک ایسے روز نتیجہ خیز ہوگا جسے یوم الآخرة کہا جاتا ہے۔ ایمان بالرسالت یعنی رسولوں کی دعوت پر لبیک کہنے سے ایمان کی تکمیل ہو جاتی ہے۔ ایمان حقیقی کا خارجی مظہر اللہ کے دین کے غلبے کے لیے ہجرت جہاد اور تکالیف پر صبر کی صورت میں نظر آتا ہے۔

4. ان آیات میں ایمان حقیقی کے شعوری پہلو کا تذکرہ ہے۔ غیر شعوری ایمان حقیقی کو موروثی یا تقلیدی ایمان کہتے ہیں۔ شعوری ایمان حقیقی کو اکتسابی ایمان کہتے ہیں۔

شعوری ایمان حقیقی = ایمان عقلی + ایمان سمعی

ایمان عقلی آیات آفاقی و انفسی پر غور و فکر اور ایمان سمعی نبی کی دعوت پر لبیک کہہ کر حاصل ہوتا ہے۔

5. آیات میں بیان شدہ مضامین کا تجزیہ حسب ذیل ہے:

آیت 190: توحید باری تعالیٰ (کائنات پر غور و فکر سے فطرت میں ودیعت شدہ

حقائق کی شعور کی سطح پر آگہی اور ایمان باللہ تک رسائی)

آیات 191-192: ایمان بالآخرت (توحید سے آخرت تک عقلی سفر)

آیات 193-194: ایمان بالرسالت اور جامع دعائیں (نبی کی دعوت پر لبیک)

آیت 195: ایمان حقیقی کے عملی مظاہر کا خارجی رخ

## آیات پر غور و فکر

### آیت 190

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ... بے شک آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں ... وَ اخْتِلَافِ

الْبَيْلِ وَالنَّهَارِ ... اور شب و روز کے فرق اور بدلنے میں ... لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

یقیناً عقل مندوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

- اختلاف کے معنی ہیں ایک دوسرے کے پیچھے آنا یا تاثر میں فرق ہونا۔
- آیت کے معنی ہیں نشانی یعنی ایسی شے جس کو دیکھ کر بغیر کسی ارادی کوشش کے ذہن کسی دوسری شے کی طرف منتقل ہو جائے۔ کسی دوست کی تحفہ کے طور پر دی ہوئی نشانی انسان کے علم میں

اضافہ نہیں کرتی بلکہ اس دوست کی یاد دلاتی ہے۔

● اولوالالباب میں لفظ الباب جمع ہے بُت کی جس کے معنی ہیں کسی شے کا خلاصہ یا مغز۔ انسانی وجود کا خلاصہ عقل و شعور ہے۔ اصطلاحی طور پر بُت عقل سلیم کو کہتے ہیں۔ اولوالالباب کے معنی ہیں عقل سلیم رکھنے والے۔ قرآن حکیم میں یہ الفاظ اللہ کے محبوب بندوں کے لیے آئے ہیں:

يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا ۗ وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا  
أُولُو الْأَلْبَابِ ﴿البقرة: 269﴾

"وہ جسے چاہتا ہے حکمت عطا فرماتا ہے اور جسے حکمت مل گئی تو اس نے بہت بڑی بھلائی پالی اور نصیحت تو وہی لوگ حاصل کرتے ہیں جو دانش مند ہیں۔"

الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ ۗ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَاهُمُ اللَّهُ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمْ  
أُولُو الْأَلْبَابِ ﴿الزمر: ١٨﴾

"جو بات کو غور سے سنتے ہیں اور اچھی بات کی پیروی کرتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت بخشی ہے اور یہی عقل والے ہیں۔"

● اس آیت میں لفظ آیت اس مفہوم کو ظاہر کر رہا ہے کہ معرفت الہی انسان کی فطرت میں مضمر ہے اور وجود باری تعالیٰ کے ثبوت کے لیے کسی منطقی دلیل کی ضرورت نہیں۔ البتہ فطرت پر بھول، غفلت یا ماحول کے اثرات کی وجہ سے پردے پڑ جاتے ہیں۔ آیات آفاقی، آیات انفسی اور آیات قرآنی پر غور و فکران پر دوں کو اٹھاتا ہے اور خوابیدہ حقائق کو بیدار (Activate) کر کے شعور کی سطح پر لاتا ہے۔ اس عمل کو تذکیر یعنی یاد دہانی کہتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

أَفَلَا يَنْظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ۖ وَإِلَى السَّمَاءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ۖ وَإِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ  
نُصِبَتْ ۖ وَإِلَى الْأَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ۖ فَذَكِّرْ ۗ إِنَّمَا أَنْتَ مُذَكِّرٌ ﴿الغاشية: ١٧-٢١﴾

"تو کیا یہ اونٹوں کو نہیں دیکھتے کہ کیسے (عجیب) پیدا کیے گئے ہیں، اور آسمان کو (نہیں دیکھتے) کہ کیسا (عجیب) بلند کیا گیا ہے، اور پہاڑوں کو (نہیں دیکھتے) کہ کیسے (عجیب) جمادیے گئے ہیں، اور زمین کو (نہیں دیکھتے) کہ کیسی (عجیب) پھیلا دی گئی ہے؟" اور تم نصیحت کیے جاؤ۔ تم تو بس نصیحت کرنے والے ہو۔

سَتُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْأَفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ

(خم السجدة<sup>41</sup>: 53)

"عنقریب ہم ان لوگوں کو اپنی (قدرت کی) نشانیاں آفاق میں (بھی) دکھائیں گے اور خود ان کی ذات میں (بھی) یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائے گا کہ یہ (قرآن) واقعی برحق ہے۔"

وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُوقِنِينَ ۝ وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ۝ (الذّٰرِيّٰتِ ۵۱: 20-21)

"اور یقین لانے والوں کے لیے زمین میں نشانیاں ہیں۔ خود تمہاری ذات میں (بھی) کیا تمہیں دکھائی نہیں دیتا؟"

حق مری دسترس سے باہر ہے حق کے آثار دیکھتا ہوں میں

رداء لالہ و گل پردہ مہ و انجم جہاں جہاں وہ چھپے ہیں عجیب عالم ہے

معمور ہو رہا ہے عالم میں نور تیرا از مہ تا بہ ماہی سب ہے ظہور تیرا

- مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے اس حقیقت کو ایک سنگتراش کی حکایت کے ذریعہ واضح کیا ہے۔ ایک سنگتراش نے پتھر تراش کر ایک شیر بنایا۔ اس کے بیٹے نے پوچھا: "بابا! آپ نے پتھر سے شیر کیسے بنا دیا؟" سنگتراش نے جواب دیا: "بیٹا میں نے شیر بنایا نہیں، شیر تو پتھر کے اندر موجود تھا، میں نے پتھر کھرچ کر اندر سے اسے نکال دیا ہے۔" اسی طرح ایمان انسان کے باطن میں ہے اور آیات پر غور سے شعور کی سطح پر لے آتا ہے۔

- اس آیت کی انتہائی عمدہ تفسیر سورۃ البقرۃ<sup>2</sup> کی آیت 164 ہے۔ اس آیت میں اولوالالباب کو **قَوْمٌ يَعْقِلُونَ** یعنی عقل مند لوگ کہا گیا ہے:

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ

بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ مَّاءٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَ

بَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ ۚ وَتَصْرِيفِ الرِّيْحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ

لآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ۝

"بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں اور رات اور دن کے ایک دوسرے کے

پچھے آنے جانے میں اور کشتیوں (اور جہازوں) کے سمندر میں رواں ہونے میں جن کے

ذریعہ وہ (اللہ) لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے اور اس پانی میں جس کو اللہ تعالیٰ آسمان سے برساتا

اور اُس سے زمین کو مرنے کے بعد زندہ (یعنی خشک ہونے کے بعد سرسبز) کر دیتا ہے اور زمین پر ہر قسم کے جانور پھیلانے میں اور ہواؤں کے چلانے میں اور بادلوں میں جو آسمان اور زمین کے درمیان گھرے رہتے ہیں عقلمندوں کے لیے (اللہ تعالیٰ کی قدرت کی) نشانیاں ہیں۔"

• انسان جب مختلف مظاہر قدرت پر غور کرتا ہے تو ان کی تاثیر اور ان میں باہمی ربط اس حقیقت کی طرف رہنمائی کرتے ہیں کہ یہ سب مظاہر نہ صرف کسی ایک عظیم خالق کی مخلوق ہیں بلکہ اُسی کی تدبیر سے کمال ہم آہنگی کے ساتھ کام کر رہے ہیں۔ گویا آیات آفاقی پر غور و فکر کا حاصل ہے معرفتِ الہی۔ اس حقیقت کو ایک مثال سے سمجھا جاسکتا ہے۔ سڑک پر اگر کسی شے کے کچھ تھیلے آپ کو بکھرے ہوئے نظر آئیں تو آپ قیاس کریں گے کہ کسی گاڑی سے گر گئے ہیں۔ البتہ اگر یہی تھیلے کسی دائرے کی صورت میں ہوں تو آپ یہ ہی رائے قائم کریں گے کہ کسی نے سوچ سمجھ کر ان تھیلوں کو دائرے کی صورت میں رکھا ہے۔ اسی طرح کائنات کا یہ باقاعدہ اور مربوط نظام اس بات کی دلیل ہے کہ کوئی ہستی ہے جس نے ایک پُر حکمت تدبیر کے ساتھ اس کائنات کو بنایا، اس کے مختلف مظاہر میں تاثیر رکھی اور وہی ایک ضابطہ کے تحت کائنات کے نظام کو جاری و ساری رکھے ہوئے ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک دہریہ یعنی وجودِ باری تعالیٰ کے منکر سے مناظرہ طے ہوا۔ آپ مناظرہ کے لیے تاخیر سے پہنچے۔ دہریہ نے اعتراض کیا کہ اللہ کو ماننے والے وقت کے پابند نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میرے راستے میں ایک دریا پڑتا ہے جسے عبور کرنے کے لیے فوری طور پر کشتی دستیاب نہ تھی۔ البتہ ہوا ایسے کہ میرے سامنے ایک درخت کٹا، اس کے تنے سے تختے بنے، تختوں نے باہم مل کر ایک کشتی کی صورت اختیار کی۔ کشتی میں دو چوپو بھی کہیں سے آگئے۔ کشتی خود ہی کنارے پر آگئی۔ میں اُس میں بیٹھ گیا اور کشتی نے مجھے دوسرے کنارے پر اتارا۔ اس طرح مجھے یہاں آنے میں تاخیر ہو گئی۔ دہریہ نے کہا کہ یہ پوری داستان جھوٹ ہے۔ کشتی خود بن سکتی ہے نہ چل سکتی ہے۔ امام صاحب نے فرمایا کہ جب ایک کشتی نہ خود بن سکتی ہے اور نہ خود چل سکتی ہے تو ذرا غور کرو کیا اتنی بڑی کائنات خود بخود بن گئی؟ کیا اس کائنات کا یہ مربوط نظام خود بخود چل

رہا ہے؟ ثابت ہوا کہ ایک خالق کائنات ہے جس نے اس کائنات کو بنایا اور وہی اس کے نظام کو چند ضابطوں کے ساتھ چلا رہا ہے۔

## آیات 191-192

الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَمًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ... جو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے (ہر حال میں) اللہ کو یاد کرتے ہیں... وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ... اور آسمان اور زمین کی تخلیق پر غور کرتے ہیں... رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا... (اور کہتے ہیں کہ) اے ہمارے رب تو نے یہ سب بے مقصد نہیں بنایا... سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۹۱﴾ تو پاک ہے پس بچالے ہمیں آگ کے عذاب سے... رَبَّنَا إِنَّكَ مَنْ تَدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ أَخْزَيْتَهُ... اے ہمارے رب جس کو تو نے آگ میں ڈالا اُسے توڑ سوا کر دیا تو نے... وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ ﴿۱۹۲﴾ اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

• ذکر کے معنی ہیں اسْتِحْضَارُ اللَّهِ فِي الْقَلْبِ یعنی دل میں اللہ کو حاضر رکھنا۔ معرفتِ رب کے حصول کے بغیر انسان اور کائنات کی تخلیق، مقصد، آغاز، انجام اور خالق سے ان کے تعلق کے بارے میں سوالات انسان کو بے چین کر دیتے ہیں۔ اسے مثال سے یوں سمجھئے کہ ایک شخص ریل گاڑی میں اپنی منزل کی طرف روانہ ہوا۔ کسی حادثہ کی وجہ سے اُس کی یاداشت ضائع ہو گئی۔ اب وہ شدید ذہنی الجھن کا شکار ہو گا کہ میں کہاں سے چلا تھا، کہاں جا رہا ہوں، اس گاڑی میں لوگ کیوں چڑھ رہے ہیں اور کیوں اتر رہے ہیں؟ گویا معرفتِ رب کے بغیر انسان کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ:

سنی حکایت ہستی تو درمیاں سے سنی

نہ ابتداء کی خبر اور نہ انتہاء معلوم

کائنات کی تخلیق اور روز و شب کے نظام پر غور و فکر کے ذریعے معرفتِ رب کے حصول سے اس کائنات کی الجھی ہوئی ڈور کا سراو لوالالباب کے ہاتھ آجاتا ہے۔ اب وہ ہر حال میں رب کا ذکر کر کے اس ڈور کا سرا تھا مے رہتے ہیں تاکہ کائنات کی بقیہ گتھیوں کو بھی سلجھا سکیں۔

● فکر کے معنی ہیں **اسْتِحْضَارُ الْمَعْرِفَتَيْنِ لِحُصُولِ الْمَعْرِفَةِ الْآخِرَى** یعنی دو چیزوں کو سامنے رکھ کر تیسری چیز کو پہچاننا۔

● ذکر اور فکر سلوکِ قرآنی کے دو اجزاء ہیں اور انسانی زندگی کے پیچیدہ مسائل کے حل تک رسائی ان دونوں کے بغیر ناممکن ہے بقول مولانا روم **رحمۃ اللہ علیہ** :

ۛ ایں قدر گفتیم باقی فکر کن      فکر اگر جامد بود، رو ذکر کن  
ذکر آرد فکر را در اهتزاز      ذکر را خورشید ایں افسردہ ساز

اور بقول اقبال:

ۛ جزبہ قرآن ضعیفی رو باہی است      فقرِ قرآن اصلِ شاہنشاہی است  
فقرِ قرآن؟ اختلاطِ ذکر و فکر      فکر را کامل نہ دیدم جز بہ ذکر

اس دور کا المیہ ہے کہ اصحابِ فکر ذکر سے غافل اور اہل ذکر تفکر سے دور ہیں۔ رجالِ دین قرآن و حدیث کے پڑھنے پڑھانے میں مصروف ہیں لیکن حالاتِ حاضرہ کے حوالے سے قرآن و حدیث کی روشنی میں عوام کو رہنمائی فراہم نہیں کر رہے۔ دانشور حضرات اخبارات و رسائل اور دیگر ذرائعِ ابلاغ پر حالاتِ حاضرہ کا تجزیہ تو کرتے ہیں لیکن قرآن و حدیث کی روشنی میں نہ مسائل کا سبب بتاتے ہیں اور نہ ہی علاج تجویز کرتے ہیں۔

● ذکر اور فکر کے نتیجہ میں کائنات کی ہر شے کی تخلیق با مقصد نظر آتی ہے:

ۛ برگ درختان سبز در نظر ہو شیار  
ہر ورقے دفترست معرفتِ کردگار

البتہ نیکی اور بدی کے داخلی شعور کے برعکس خارج میں نیکی مظلوم اور بدی غالب دکھائی دیتی ہے۔ نیکی اور بدی کے داخلی شعور کے با مقصد ہونے کا تقاضا ہے کہ مکافاتِ عمل ہو یعنی نیکی کا بھرپور بدلہ اور بدی کی بھرپور سزا ملے۔ قرآنِ حکیم میں اس حقیقت کو بار بار واضح کیا گیا:

**أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ** © (المؤمنون 23: 115)

"کیا تم نے سمجھ رکھا تھا کہ ہم نے تمہیں (یوں ہی) بے مقصد پیدا کیا تھا اور یہ کہ تمہیں ہماری طرف لوٹ کر آنا نہیں ہے؟"

أَيَحْسَبُ الْإِنْسَانُ أَنْ يُتْرَكَ سُدًى ﴿٣٦﴾ (القيامة: 75: 36)

"کیا انسان نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ اُس کو (بے مقصد) یوں ہی چھوڑ دیا گیا ہے؟"

أَمْ نَجْعَلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَالْمُفْسِدِينَ فِي الْأَرْضِ أَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِينَ

كَالْفَجَّارِ ﴿٣٧﴾ (ص: 75: 28)

"کیا ہم اُن لوگوں کو جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل (بھی) کیے برابر کر دیں گے اُن کے جو زمین میں فساد مچانے والے ہیں؟ کیا ہم متقیوں کو برابر کر دیں گے نافرمانوں کے؟"

أَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِينَ كَالْمُجْرِمِينَ ﴿٣٨﴾ مَا لَكُمْ ۗ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ﴿٣٩﴾ (القلم: 68: 35-36)

"کیا ہم (اپنے) فرماں بردار بندوں کو مجرموں کے برابر کر دیں گے؟ تم کو کیا ہو گیا ہے؟ تم کیسے فیصلے کرتے ہو؟"

- سورۃ آل عمران آیت 192 سے رہنمائی ملتی ہے کہ اصل رسوائی قیامت کی رسوائی ہے اور ظالموں کے لیے اُس روز کوئی مددگار یعنی دوست یا شفاعت کرنے والا نہ ہوگا۔ شفاعتِ باطلہ کی یہ نفی، اللہ کی صفتِ عدل کا اظہار ہے۔

### آیات 193-194

رَبَّنَا إِنَّا سَبَعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِي لِلْإِيمَانِ ... اے ہمارے رب ہم نے ایک پکارنے والے

کو سنا جو ایمان کے لیے پکار رہا تھا ... أَنْ آمِنُوا بِرَبِّكُمْ ... کہ ایمان لاؤ اپنے رب پر ... قَامِنًا

... تو ہم ایمان لے آئے ... رَبَّنَا فَاعْفُرْ لَنَا ذُنُوبَنَا ... اے ہمارے رب ہمارے گناہ معاف

فرما ... وَ كَفِّرْ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا ... اور ہماری بُرائیوں کو ہم سے دور فرما ... وَ تَوَفَّنَا مَعَ

الْأَبْرَارِ ﴿٤٠﴾ اور ہم کو دنیا سے نیک بندوں کے ساتھ اٹھا ... رَبَّنَا وَ آتِنَا مَا وَعَدْتَنَا عَلَى

رُسُلِكَ ... اے ہمارے رب ہمیں عطا فرما وہ سب جس کا تو نے ہم سے وعدہ کیا اپنے پیغمبروں کے

ذریعے ... وَلَا تُخِزْنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ... اور قیامت کے دن ہمیں رسوا نہ کرنا ... إِنَّكَ لَا

تُخْلِفُ الْمِيعَادَ ﴿٤١﴾ بے شک تو اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔

- معرفتِ الہی اور قانونِ مکافاتِ عمل کے تصور تک غور و فکر کے ذریعہ رسائی حاصل کرنے والوں تک جب کسی نبی کی دعوتِ ایمان پہنچتی ہے تو یہ لوگ اس دعوت کو اپنے جذبات کی

ترجمانی سمجھتے ہیں اور وہاں انداز میں اس بات پر لبیک کہتے ہیں، بالکل اسی طرح جیسے کوئی شخص وضو کر کے نماز کے لیے تیار ہو اور اذان ہوتے ہی مسجد کی طرف چل دے۔ اس کی سب سے نمایاں مثال حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ اُن کے بارے میں ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ "میں نے جس کے سامنے بھی دعوت رکھی، اُس نے کچھ دیر کے لیے توقف ضرور کیا، سوائے ابو بکر رضی اللہ عنہ کے کہ انہوں نے ایک لمحہ کا توقف کیے بغیر فوراً میری تصدیق کر دی" <sup>(۱)</sup>۔ گویا اُن کا معاملہ یہ تھا کہ:

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا  
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

اور

نگلی تو ہے لبِ اقبال سے، کیا جانے کس کی ہے یہ صدا  
پیغام سکوں پہنچا بھی گئی دل محفل کا تڑپا بھی گئی

یہ درحقیقت صدیقین کی شان ہے۔ ایمان کی اس تکمیل کے نتیجے میں ان کے اندر پیدا ہونے والے ایمانِ افروز احساسات کو الفاظ کا جامہ پہنا کر ان آیات میں ایک عظیم دعا کی صورت دے دی گئی ہے:

**رَبَّنَا فَاعْفُرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا وَتَوَقَّنَا مَعَ الْأَبْرَارِ ۗ رَبَّنَا وَابْتِنَا مَا وَعَدْتَنَا  
عَن رُّسُلِكَ وَلَا تَخْزِنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۗ إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْوَعْدَ ۗ**

"اے ہمارے رب! ہمارے گناہ معاف فرما اور ہماری برائیوں کو ہم سے دُور فرما اور ہم کو دنیا سے نیک بندوں کے ساتھ اٹھا۔ اے ہمارے رب! ہمیں عطا فرما وہ سب جس کا تو نے ہم سے وعدہ کیا اپنے پیغمبروں کے ذریعے اور قیامت کے دن ہمیں رسوا نہ کرنا۔ بے شک تو اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔"

یعنی اے اللہ! تیرا وعدہ برحق ہے ہمیں یہ فکر و امن گیر ہے کہ ہم وعدے کے مصداق قرار پاتے ہیں یا نہیں۔

## آیت 195

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ... پس قبول کر لیا ان کے رب نے ان کی دعا کو... اِنِّي لَا اُضِيعُ  
 عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ... (اور فرمایا) میں کسی عمل کرنے والے کے عمل کو ضائع نہیں کرتا... مِّنْ  
 ذَكَرٍ اَوْ اُنْثَىٰ... خواہ وہ مرد ہو یا عورت... بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ... تم ایک دوسرے کی جنس  
 میں سے ہو... فَالَّذِينَ هَاجَرُوا... تو جن لوگوں نے ہجرت کی... وَاُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ...  
 اور جو اپنے گھروں سے نکالے گئے... وَاُوذُوا فِي سَبِيلِي... اور ستائے گئے میرے راستے میں...  
 وَاقْتُلُوا... اور انہوں نے جنگ کی... وَقْتُلُوا... اور قتل کیے گئے... لَا كُفْرَانَ عَنْهُمْ  
 سَيِّئَاتِهِمْ... میں ضرور ان سے ان کے گناہ دور کر دوں گا... وَاَدْخَلْنَاهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ  
 تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ... اور ان کو ضرور داخل کروں گا ان باغات میں جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں  
 ... ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ... یہ بدلہ ہے اللہ کے پاس سے... وَاللَّهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الثَّوَابِ ﴿١٩٥﴾  
 اور اللہ کے پاس بہترین بدلہ ہے۔

● اولوالالباب کا شعوری ایمان دعا و مناجات سے آگے بڑھ کر زندگی کا متحرک نظریہ بن جاتا ہے  
 اور وہ حق کی بالادستی کے لیے ہجرت، جہاد، ایثار و قربانی اور صبر و استقامت کا مظاہرہ کرتے  
 ہوئے نقدِ جان ہتھیلی پر رکھ کر میدان میں آجاتے ہیں۔ ایسے سرفروشوں کی دعا اللہ ضرور قبول  
 فرماتا ہے:

افلاک سے آتا ہے نالوں کا جواب آخر

اٹھتے ہیں حجاب آخر کرتے ہیں خطاب آخر

● "بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ" کے الفاظ اس بات کا اظہار ہیں کہ مرد کی طرح عورت کا بھی ایک جداگانہ  
 اور آزاد اخلاقی تشخص ہے۔ مرد کو بحیثیت شوہر بیوی پر صرف خاندان کے نظام کو چلانے کے لیے  
 ایک درجہ فضیلت حاصل ہے۔ بحیثیت انسان مرد اور عورت دونوں برابر ہیں۔ دونوں کے لیے  
 عمل کرنے اور آخرت میں بلند مراتب کے حصول کے یکساں امکانات ہیں۔ ممکن ہے کہ آخرت  
 میں کوئی عورت اپنے اعمالِ صالحہ کی وجہ سے اپنے شوہر سے بلند درجات حاصل کر لے۔

● 'ہجرت' اور گھروں سے انراج جو بظاہر ہم معنی نظر آتے ہیں یہاں ایک ہی آیت میں جمع

کر دیئے گئے ہیں۔ اس سے نتیجہ نکلتا ہے کہ یہاں لفظ 'ہجرت' اپنے وسیع تر مفہوم میں استعمال ہوا ہے۔ نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا گیا: **أَيُّ الْهَجْرَةِ أَفْضَلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ** "کون سی ہجرت سب سے افضل ہے اے اللہ کے رسول ﷺ؟" آپ ﷺ نے فرمایا: **أَنْ تَهْجُرَ مَا كَرِهَ رَبُّكَ** "تم ہر اس عمل کو چھوڑ دو جو تمہارے رب کو ناپسند ہے" (۱)۔ گو یا جب اپنے رب سے جڑنا ہے تو بتدریج ہر اس چیز سے کٹ جاؤ جو رب کو ناپسند ہے، حتیٰ کہ اگر گھر اور وطن کو خیر باد کہنا پڑے تو یہ بھی کر گزرو۔ اس مقام پر مندرجہ ذیل حدیث کا حوالہ بھی مناسب رہے گا:

**أَمْرُكُمْ بِحَمْسِ اللَّهِ أَمْرٌ فِي بَهْنٍ بِالْجَمَاعَةِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَالْهَجْرَةِ وَالْجِهَادِ**

**فِي سَبِيلِ اللَّهِ (۲)**

"میں تمہیں پانچ باتوں کا حکم دیتا ہوں جن کا اللہ نے مجھے حکم دیا ہے۔ جماعت اختیار کرو، سنو، اطاعت کرو، ہجرت کرو اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔"

- اپنے ایمان کا ایثار و قربانی کے ذریعہ عملی ثبوت دینے والوں سے اللہ نے بخشش اور اجر و ثواب کے انتہائی پختہ وعدے (فعل مضارع کے شروع میں ل اور آخر میں نون مشددا کر) فرمائے ہیں۔ **وَ اللَّهُ عِنْدَهُ حَسُنَ الثَّوَابِ** کے الفاظ میں رہنمائی ہے کہ "Never settle for less"، اپنی صلاحیتیں اللہ کے لیے لگاؤ، وہ بہترین قدر دان اور اعلیٰ ترین بدلہ دینے والا ہے۔



(۱) سنن النسائی، کتاب البیعة، باب ہجرۃ البای، عن عبد اللہ بن عمرو

(۲) سنن الترمذی، کتاب الأمثال عن رسول اللہ ﷺ، باب ما جاء فی مثل الصلوة والصیام والصدقة، مسند احمد

کتاب مُسْنَدُ الشَّامِيِّينَ، باب حَدِيثُ الْحَارِثِ الْأَشْعَرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ، الْمُسْتَدْرَكُ عَلَى الصَّحِيحِينَ لِلْحَاكِمِ، كِتَابُ

كِتَابُ الْعِلْمِ ... عَنِ الْحَارِثِ الْأَشْعَرِيِّ

## منتخب نصاب حصہ دوم

### درس سوم: سورۃ النور<sup>24</sup> رکوع 5

اعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

اللّٰهُ نُورُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۝ مِثْلُ نُوْرٍ ۝ كَمِشْكُوٰةٍ فِيْهَا مِصْبٰحٌ ۝ الْبُصْبٰحُ فِي زُجٰجَةٍ ۝  
 الزُّجٰجَةُ كَانَتْهَا كَوْكَبٌ دُرِّيُّ يُوقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبْرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَا شَرْقِيَّةٍ وَلَا غَرْبِيَّةٍ ۝  
 يَكَادُ زَيْتُهَا يَضِيءُ ۝ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ۝ نُورٌ ۝ عَلٰى نُورٍ ۝ يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَشَآءُ ۝ وَ  
 يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ۝ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝۱۳۱ ۝ فِي بَيُوْتٍ اِذْنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَ  
 يُذَكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ ۝ لَا يَسْبِيْحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَ الْاَصَالِ ۝۱۳۲ ۝ رِجَالٌ ۝ لَا تُلْهِهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا  
 بَيْعٌ ۝ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَ اِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ ۝ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَ  
 الْاَبْصَارُ ۝۱۳۳ ۝ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَ يَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۝ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ  
 يَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝۱۳۴ ۝ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَعْمٰلُهُمْ كَسَرَابٍ بِقِيَعَةٍ يَّحْسَبُهٗ الظَّمْاٰنُ مَآءً ۝  
 حَتّٰى اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهٗ شَيْئًا وَّ وَجَدَ اللّٰهُ عِنْدَهٗ فَوْقَهٗ حِسَابَهٗ ۝ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ  
 الْحِسَابِ ۝۱۳۵ ۝ اَوْ كَظُلْمٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّعْشَشُهٗ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ۝  
 ظُلْمٌ ۝ بَعْضُهَآ فَوْقَ بَعْضٍ ۝ اِذَا اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكِدْ يَرِيْهَا ۝ وَ مَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ  
 نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُوْرِ ۝۱۳۶ ۝

### تمہیدی نکات:

1. منتخب نصاب کے حصہ دوم کا درس سوم سورۃ النور کے پانچویں رکوع پر مشتمل ہے۔
2. سورۃ النور کی مدنی سورتوں کے تیسرے گروپ کی واحد مدنی سورۃ ہے جس کا جوڑا ہے چوتھے گروپ کی واحد مدنی سورۃ یعنی سورۃ الاحزاب<sup>33</sup>۔ دونوں سورتوں میں مندرجہ ذیل اعتبارات سے مطابقت پائی جاتی ہے:

- زمانہ نزول قریب ہے۔ غزوة احزاب کے بعد ۵ھ میں سورۃ الاحزاب<sup>33</sup> نازل ہوئی اور غزوة بنی مصلح کے بعد ۶ھ میں سورۃ النور نازل ہوئی۔
- دونوں سورتوں میں رکوعوں کی تعداد مساوی یعنی 9 ہے۔
- دونوں سورتوں کا پانچواں رکوع 6 آیات (35-40) پر مشتمل اور انتہائی اہم ہے۔
- دونوں سورتوں کی آیت 35 ایمان حقیقی کے موضوع پر خصوصی اہمیت کی حامل ہے۔
- دونوں سورتوں میں ایمان حقیقی کے عملی تقاضوں کا بیان ہے۔
- دونوں سورتوں میں سچے مومنوں کے کردار کو واضح کرنے کے لیے منافقین کے کردار کا بیان ہے کیوں کہ تُعَرَفُ الْأَشْيَاءُ بِأَضْدَادِهَا "اشیاء اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہیں"۔
- دونوں سورتوں میں منافقین کی طرف سے اٹھائے گئے جنسی بہتانوں (اسکینڈل) کا ذکر ہے۔ سورۃ الاحزاب<sup>33</sup> میں نبی اکرم ﷺ کے خلاف اور سورۃ النور میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے خلاف۔
- دونوں سورتوں میں ستر و حجاب کے احکامات کا بیان ہے۔ سورۃ الاحزاب<sup>33</sup> میں گھر کے باہر کے پردے کا اور سورۃ النور میں گھر کے اندر کے پردے کا ذکر ہے۔

### 3. آیات کا تجزیہ:

- آیت 35: ایمان حقیقی کے اجزائے ترکیبی کے لیے تمثیل
- آیات 36-38: ایمان حقیقی کا داخلی مظہر: تعلق مع اللہ
- آیت 39: ایمان حقیقی سے محروم لیکن ظاہری طور پر نیکیاں کرنے والے کے لیے تمثیل
- آیت 40: ایمان حقیقی سے محروم اور ظاہری نیکی سے بھی تہی شخص کے لیے تمثیل

### 4. قرآن میں تمثیلات اور ان کا فلسفہ:

سورۃ النور کے پانچویں رکوع میں تین تمثیلات بیان ہوئی ہیں۔ بعض لطیف اور ماورائی حقائق ایسے ہیں جن کو انسان سمجھنے سے قاصر ہے۔ البتہ انسان کی ہدایت کے لیے ان کا ایک اجمالی تصور دینا ضروری ہوتا ہے۔ اس اجمالی تصور کے لیے آسمانی کتابوں میں ہمارے مشاہدات میں سے کوئی تمثیل بیان کر دی جاتی ہے۔ تمثیلات کا بیان ویسے تو تمام آسمانی کتابوں کا مشترکہ وصف ہے لیکن انجیل میں نہایت کثرت کے ساتھ اور حد درجہ معنی خیز تمثیلیں بیان ہوئی ہیں۔

## آیات پر غور و فکر

### آیت 35

اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۗ... اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے... مَثَلُ نُورٍ... اس کے نور کی مثال ایسی ہے... كَمِشْكُوَةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ... گویا ایک طاق ہے جس میں ایک چراغ ہے...  
 الْمِصْبَاحُ فِي زُجَاجَةٍ... چراغ ایک قندیل میں ہے... الزُّجَاجَةُ كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ...  
 قندیل ایسی ہے جیسے کوئی چمکتا ہوا ستارا... يُوقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبَارَكَةٍ زَيْتُونَةٍ... وہ (چراغ) جلایا جاتا ہے ایک مبارک درخت (کے تیل) سے یعنی زیتون سے... لَا شَرْقِيَّةٍ وَلَا غَرْبِيَّةٍ... جو نہ مشرق کی طرف ہے نہ مغرب کی طرف... يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيءُ... اُس کا تیل جلنے کو تیار ہے... وَ لَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ... خواہ اُسے آگ نے چھوا بھی نہ ہو... نُورٌ عَلَى نُورٍ...  
 روشنی پر روشنی ہے... يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَن يَشَاءُ... اللہ اپنے نور کی ہدایت جس کو چاہتا ہے دیتا ہے... وَيَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ... اور اللہ مثالیں بیان فرماتا ہے لوگوں کے لیے...  
 وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿۳۵﴾ اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔

• اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۗ مَثَلُ نُورٍ میں "اُس کے نور" کے الفاظ ظاہر کر رہے ہیں کہ یہاں ذاتِ باری تعالیٰ کی نہیں بلکہ اُس پر ایمان کی تمثیل بیان کی جا رہی ہے۔ جس طرح مادی نور ظاہری اشیاء کے ظہور کا ذریعہ بنتا ہے، اسی طرح ایمان ایک باطنی نور ہے جس سے اشیاء کی حقیقت ظاہر ہوتی ہے۔ مسنون دعا ہے:

أَرِنَا الْأَشْيَاءَ كَمَا هِيَ (۱)

"(اے اللہ!) ہمیں اشیاء کی حقیقت دکھا جیسی کہ وہ ہے۔"

اے اہل نظر، ذوقِ نظرِ ثوب ہے لیکن  
 جو شے کی حقیقت کو نہ دیکھے وہ نظر کیا

جس شخص کا اللہ پر ایمان نہیں اس کے لیے یہ کائنات عالمِ ظلمات ہے۔ اُسے اس کائنات کی ابتداء کی خبر ہوگی نہ انتہا کی، نہ اپنے مقصدِ تخلیق کا علم ہوگا نہ مقصدِ کائنات کا، اُسے حقیقی خیر کا اندازہ ہوگا نہ شر کا، زندگی کے گونا گوں مسائل میں کوئی رہنمائی دینے والا نہ ہوگا اور وہ گمراہی کے اندھیروں میں بھٹکتا پھرے گا۔ مصائب اور پریشانیوں میں وہ خود کو تنہا و بے مددگار پائے گا۔ گویا اس کے لیے یہ کائنات اندھیر نگری اور چوپٹ راج ہے۔

● حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، جنہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حَبْرُ الْأُمَّةِ (امت کے عالم) کا خطاب دیا، نے مَثَلُ نُورٍ کے بعد فِي قَلْبِ الْمُؤْمِنِ (مومن کے دل میں) کے الفاظ محذوف مانے ہیں۔ گویا اس آیت میں بندہ مومن کے دل میں نورِ ایمان کی موجودگی کی تمثیل بیان کی گئی ہے۔ نورِ ایمان سے معمور دل وہ آنکھیں رکھتا ہے جو اشیاء کی حقیقت کو دیکھ سکتی ہیں۔ اسی لیے سورۃ الحجہ 22 آیت 46 میں نورِ ایمان سے محروم لوگوں کے لیے بیان کیا گیا:

لَا تَعْنَى الْأَبْصَارُ وَلَكِنْ تَعْنَى الْقُلُوبِ الَّتِي فِي الصُّدُورِ ۝

"آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔"

دل پینا بھی کر خدا سے طلب

آنکھ کا نور دل کا نور نہیں

● آیت نمبر 35 میں بیان شدہ تمثیل کی اصل سے مطابقت درج ذیل ہے:

■ طاق انسان کا سینہ

■ مصباح (چراغ) نورِ ایمان

■ قندیل انسان کا قلب

■ روغن زیتون فطرتِ انسانی

■ آگ نورِ وحی

● اس آیت میں بندہ مومن کے دل کو چمکتے ہوئے ستارے کی مانند قندیل سے تمثیل دی گئی ہے۔

اس حوالے سے اقبال نے کیا خوب کہا ہے:

آزاد کی دولت دلِ روشن نفسِ گرم

محلوم کا سرمایہ فقط دیدہ نمناک

قرآن حکیم میں اس مقام پر دل زندہ کو زجاج سے اور سورۃ البقرۃ<sup>2</sup> آیت 74 میں دل سخت کو پتھر سے تمثیل دی گئی ہے:

**ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبَكُمْ مِّنْ بَعْدِ ذَلِكَ فِيهَا كَالْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً**

"پھر اس کے بعد تمہارے دل سخت ہو گئے گویا وہ پتھر ہیں یا ان سے بھی زیادہ سخت"۔

اقبال نے اس حقیقت کو بہت خوب بیان کیا ہے:

۔ جب تک نہ زندگی کے حقائق پہ ہو نظر

تیرا زجاج ہونہ سکے گا حریف سنگ

• ایسے درخت کے روغن میں جل اٹھنے کی صلاحیت زیادہ ہوتی ہے جو کسی باغ کے نہ شرقی حصہ میں ہونہ غربی حصہ میں بلکہ وسط میں ہو اور پورا دن سورج سے تمازت حاصل کرتا رہے۔ اسی طرح شرقی و غربی کا تعصب انسان کی فطرت کو آلودہ کر دیتا ہے اور حق کی قبولیت میں رکاوٹ بن جاتا ہے۔ بقول اقبال:

۔ درویش خدا مست نہ شرقی ہے نہ غربی

گھر میرا نہ دلی نہ صفاہاں نہ سمرقند

• حدیث مبارکہ ہے:

**كُلُّ مَوْلُودٍ يُوَلَّدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ وَيُنَصِّرَانِهِ وَيُمَجْسِنَانِهِ<sup>(۱)</sup>**

"ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے پھر اُس کے والدین ہیں جو اُسے یہودی، عیسائی اور مجوسی بنا دیتے ہیں"۔

انسان کی فطرت اگر سلامت ہو تو انسان کا دل بیدار ہوتا ہے اور نورِ وحی سے اسی طرح جگمگا اٹھتا ہے جیسے صاف و شفاف تیل محض آگ کے قریب آنے سے جل اٹھتا ہے۔ اگر فطرت تکبر، تعصب، حسد، دنیوی مفادات یا گناہوں کی وجہ سے آلودہ ہو تو دل زنگ آلود ہو جاتا ہے:

**كَلَّا بَلْ رَانَ عَلَى قُلُوبِهِمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ<sup>(۱)</sup> (المطففين: 83)**

"ہر گز نہیں! بلکہ اُن کے دلوں پر زنگ آ گیا ہے اُن کے گناہ کرنے کی وجہ سے"۔

(۱) صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب ما قيل في اولاد المشركين، صحیح مسلم، کتاب القدر، باب معنی كل

مَوْلُودٍ يُوَلَّدُ عَلَى الْفِطْرَةِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

دل پر سے زنگ ہٹانے کے لیے محنت درکار ہوتی ہے جیسے عام تیل کو جلانے کے لیے جتن کرنے پڑتے ہیں یا واسطہ مہیا کرنا ہوتا ہے۔ دلوں کے زنگ کو اتارنے کے حوالے سے ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

إِنَّ هَذِهِ الْقُلُوبَ تَصَدُّ كَمَا يَصْدُ الْحَدِيدُ إِذَا أَصَابَهُ الْمَاءُ قِيلَ يَا رَسُولَ

اللَّهِ ﷺ وَمَا جَلَاؤُهَا قَالَ كَثْرَةُ ذِكْرِ الْمَوْتِ وَتِلَاوَةُ الْقُرْآنِ<sup>(۱)</sup>

"بے شک دل بھی زنگ آلود ہوتے ہیں جیسے لوہا جب اُس پر پانی پڑتا ہے۔ پوچھا گیا دلوں کے زنگ کو اتارنے کا عمل کیا ہے؟ فرمایا! کثرت سے موت کو یاد کرنا اور قرآن کی تلاوت کرنا۔"

سورۃ ق<sup>50</sup> آیت 37 میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَذِكْرٍ لِمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ ۝

"بے شک اس (قرآن) میں نصیحت ہے اُس کے لیے جس کے پاس دل ہو یا وہ

(اسے) پوری توجہ کے ساتھ سنے۔"

گویا قرآن سے نصیحت کے حصول کے لیے دل زندہ ضروری ہے یا پھر توجہ سے قرآن سن کر دل کی آلودگی صاف کرنی پڑے گی۔ بقول شاعر

مجھے یہ ڈر ہے دل زندہ تو نہ مر جائے

زندگانی عبارت ہے تیرے جینے سے

• جن کی فطرت پر تکبر، تعصب، حسد، مفادات وغیرہ کے پردے پڑ چکے ہوں ان کے لیے ایک تمثیل سورۃ البقرۃ<sup>2</sup> آیات 17-18 میں بیان کی گئی ہے:

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ ذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِهِمْ وَتَرَكَهُمْ

فِي ظُلُمَاتٍ لَا يُبْصِرُونَ ۝ صُمًّا بِكُمُ عَنِّي فَهَمْ لَا يُرْجِعُونَ ۝

"ان کی مثال اس طرح ہے جیسے کسی نے (تاریک شب میں) آگ جلائی جب آگ نے اس کے ارد گرد کی چیزیں روشن کیں تو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی بینائی زائل کر دی اور ان کو اندھیروں میں چھوڑ دیا کہ وہ کچھ نہیں دیکھتے۔ (یہ) بہرے ہیں گونگے ہیں، اندھے ہیں کہ (کسی طرح سیدھے رستے کی طرف) لوٹ ہی نہیں سکتے۔"

• سورۃ النور کی آیت 35 میں نورِ ایمان کو دو اجزاء کا مرکب قرار دیا گیا ہے:

نورِ ایمان = نورِ فطرت + نورِ وحی (نُورٌ عَلَى نُورٍ)

انبیاء کرام اور صدیقین کا نورِ فطرت بالکل سلامت ہوتا ہے اور نورِ وحی کے ذریعہ اُن کے ایمان کی تکمیل ہوتی ہے۔ اس حقیقت کو سمجھ لینے سے قرآنِ حکیم کے ایک نازک مقام کا فہم حاصل ہو جاتا ہے جس میں نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے فرمایا گیا:

مَا كُنْتُ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ وَلَكِنْ جَعَلْنَاهُ نُورًا نَهْدِي بِهِ مَنْ نَشَاءُ مِنْ

عِبَادِنَا ۗ وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿۵۲﴾ (الشوریٰ 42: 52)

"اے نبی ﷺ! آپ نہ تو کتاب کو جانتے تھے اور نہ ایمان کو لیکن ہم نے اس (قرآن)

کو نور بنایا ہے کہ اس سے ہم اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں ہدایت دیتے ہیں اور

پیشک اے نبی ﷺ اب آپ سیدھا راستہ دکھا رہے ہیں۔"

اسی طرح صدیقین یعنی ایسے لوگ جو غور و فکر کر کے بعض حقائق تک رسائی حاصل کر چکے

ہوں، ان کا ایمان بھی نورِ وحی سے مکمل ہو جاتا ہے۔ ان کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ يُنِيبُ ﴿۱۳﴾ (الشوریٰ 42: 13)

"اور جو اس (اللہ) کی طرف رجوع کرے (تو اللہ) اسے اپنی طرف ہدایت دیتا ہے۔"

صدیقین کے حوالے سے حضرت سلمان فارسیؓ کی مثال بڑی ایمان افروز ہے۔

• آیت کے آخری حصہ میں فرمایا گیا کہ "اور اللہ مثالیں بیان فرماتا ہے لوگوں کے لیے اور اللہ ہر چیز سے

واقف ہے۔" تمثیلات کی ضرورت انسانوں کو ہے۔ اللہ ہر شے کا ایسا علم رکھتا ہے جیسی کہ وہ ہے۔

### آیات 36-37

فِي بُيُوتٍ ... ان گھروں میں ... اَذِنَ اللَّهُ أَنْ تُرْفَعَ ... جن کے بارے میں اللہ نے فرمایا کہ

بلند کیے جائیں ... وَيَذُكَّرَ فِيهَا أَسْمُهُ ... اور وہاں اُس کے نام کا ذکر کیا جائے ... يُسَبِّحُ لَهُ

فِيهَا بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ ﴿۳۶﴾ اُن میں صبح و شام اس کی تسبیح کرتے ہیں۔ رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ

تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ ايسے لوگ جنہیں ان کی تجارت اور لین دین غافل نہیں کرتے اللہ

کے ذکر سے ... وَاقَامِ الصَّلَاةَ ... اور نماز قائم کرنے سے ... وَابْتِئَاءَ الزَّكَاةَ ... اور زکوٰۃ

دینے سے ... **يَخَافُونَ يَوْمًا** ... وہ اُس دن سے ڈرتے ہیں ... **تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ وَ**  
**الْأَبْصَارُ** ﴿١٦﴾ جب اُلٹ دیے جائیں گے دل اور آنکھیں۔

• امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں تحریر کیا ہے کہ **بَيُوتٍ** کی وضاحت حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان الفاظ میں بیان فرمائی:

إِنَّهَا الْمَسَاجِدُ الْمَخْصُوصَةُ لِلَّهِ تَعَالَى بِالْعِبَادَةِ وَإِنَّهَا تُضَيُّ لَأَهْلِ السَّمَاءِ  
كَمَا تُضَيُّ النُّجُومُ لِأَهْلِ الْأَرْضِ  
"یہ مسجدیں اللہ کی عبادت کے لیے مخصوص ہیں اور وہ آسمان والوں کو اسی طرح چمکتی نظر  
آتی ہیں جیسے زمین والوں کو ستارے چمکتے نظر آتے ہیں۔"

• مساجد کے حوالے سے قرآن و سنت میں مندرجہ ذیل ہدایات دی گئی ہیں:

- مساجد کو بلند کیا جائے یعنی پوری بستی میں اللہ کا گھر باقی گھروں کے مقابلہ میں نمایاں ہونا چاہیے۔
- مساجد کی تعظیم کی جائے۔
- مساجد میں شور یا جھگڑا وغیرہ نہ کیا جائے۔
- مساجد میں ایسی غذا کھا کر نہ آیا جائے جس سے منہ میں ناگوار بو پیدا ہوتی ہو۔
- مساجد میں اللہ کا ذکر کیا جائے۔
- مساجد میں کسی قسم کا شرک نہ کیا جائے۔

وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا ﴿١٨﴾ (الحج: 72)

"اور یہ کہ مسجدیں (خاص) اللہ کی ہیں تو اللہ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو"

- مساجد کو پاک و صاف رکھا جائے۔

وَعَهْدَنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَنَّ طَهَّرَا بَيْتِي لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ

السُّجُودِ ﴿١٢٥﴾ (البقرة: 125)

"اور ہم نے عہد لیا ابراہیم اور اسماعیل سے کہ طواف کرنے والوں، اعتکاف کرنے والوں،

رکوع کرنے والوں اور سجدہ کرنے والوں کے لیے میرے گھر کو پاک صاف رکھا کرو"

سورۃ الذود کی ان آیات میں بندہ مومن کی سیرت و کردار کے داخلی رخ یعنی اللہ سے خصوصی تعلق کے مظاہر بیان کیے گئے ہیں۔ ان مظاہر میں مساجد سے محبت، تسبیح و ذکر باری تعالیٰ، انابت الی اللہ

اور آخرت میں جو اب وہی کے خوف کاشدت سے احساس شامل ہیں۔ حسن بصری رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ "مومن نیکی کرتا ہے پھر بھی ڈرتا رہتا ہے اور منافق بدی کر کے بھی بے فکر رہتا ہے"۔<sup>(۱)</sup>

• مساجد کو آباد رکھنے والوں کے ایمان کی گواہی خود اللہ نے قرآن حکیم میں دی ہے:

إِنَّمَا يَتَمَنَّوْنَ مَسْجِدَ اللّٰهِ مَنِ آمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ (التوبة: ۹)

"اللہ کی مسجدوں کو تو وہ لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ پر اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہیں۔"

ایک حدیث مبارکہ میں اللہ کے محبوب بندوں کا ذکر آیا ہے جن میں مساجد سے محبت کرنے والے بھی شامل ہیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ سَبَعَةٌ يُطِلُّهُمُ اللّٰهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ الْإِمَامُ الْعَادِلُ وَشَابٌّ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ رَبِّهِ وَرَجُلٌ مَّعَلَّقٌ فِي الْمَسَاجِدِ وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللّٰهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ وَرَجُلٌ طَلَبَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَاهُ فَقَالَ إِنِّي أَخَافُ اللّٰهَ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ أَخْفَى حَتَّى لَا تَعْلَمَ شِمَالَهُ مَا تُنْفِقُ يَمِينَهُ وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا فَقَاضَتْ عَيْنَاهُ (۲)

"حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سات آدمی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اُس دن اپنے سائے میں جگہ دے گا جس دن اُس کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا: عدل کرنے والا حکمران، وہ نوجوان جو اللہ کی عبادت میں زندگی گزار رہا ہو، وہ آدمی جس کا دل مسجد میں اٹکا ہوا ہو۔ وہ دو آدمی جو اللہ کی رضا کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں، اسی کی وجہ سے باہم جمع ہوتے ہیں اور اسی پر ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہیں۔ وہ آدمی، جس کو منصب و جمال والی عورت دعوتِ گناہ دے اور وہ اِس کے جواب میں کہہ دے، میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں۔ وہ آدمی، جس نے اِس طرح خفیہ صدقہ کیا کہ اِس کے بائیں ہاتھ کو بھی یہ علم نہیں ہوا کہ اُس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا۔ وہ آدمی، جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا اور اُس کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔"

• آیت 37 میں تجارت اور بیع کے الفاظ آئے ہیں۔ تجارت سے مراد کاروبار اور بیع سے مراد وقتی سودا ہے۔ ذکر سے مراد احکاماتِ الہی کی بجا آوری ہے۔ گویا اللہ کے محبوب بندے گوشہ

(۱) الزهد والرقائق لابن المبارك، باب فضل ذکر اللہ عزوجل، رقم ۹۴

(۲) صحیح البخاری، کتاب الأذان، باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلاة وفضل المساجد، صحیح مسلم،

کتاب الزکاة، باب فضل إحقاء الصدقة

نشین، تارک الدنیا زاہد یا راہب نہیں ہوتے بلکہ رزقِ حلال کمانے کے لیے محنت کرنے والے اور اس دوران احکاماتِ شریعت کی پابندی کرنے والے ہوتے ہیں۔

• سورۃ النور کی زیر مطالعہ آیات میں بندۂ مومن کی سیرت و کردار کے داخلی رخ کو بیان کیا گیا۔ سورۃ آل عمران<sup>3</sup> آیت 195 میں بندۂ مومن کی سیرت و کردار کے خارجی رخ کو بیان کیا گیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

أَيُّ لَّا أُضِيعَ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَىٰ ۖ بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ ۗ فَالذَّٰنِبِينَ  
هَاجَرُوا وَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ أُؤَذُوا فِي سَبِيلِي وَ قَتَلُوا وَ قَتِلُوا لَآ كُفْرَانَ عَنْهُمْ  
سَيِّئَاتِهِمْ وَ لَادْخُلَتْهُمْ جَنَّتِ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۗ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ ۗ وَ اللَّهُ  
عِنْدَهُ حُسْنُ الثَّوَابِ ﴿٥٥﴾

"(اللہ نے فرمایا) میں کسی عمل کرنے والے کے عمل کو ضائع نہیں کرتا خواہ وہ مرد ہو یا عورت تم ایک دوسرے کی جنس میں سے ہو تو جن لوگوں نے ہجرت کی اور جو اپنے گھروں سے نکالے گئے اور ستائے گئے میرے راستے میں اور انہوں نے جنگ کی اور قتل کیے گئے میں ضرور ان کے گناہ دور کر دوں گا اور ان کو ضرور داخل کروں گا ان باغات میں جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں یہ بدلہ ہے اللہ کے پاس سے اور اللہ کے پاس بہترین بدلہ ہے۔"

گویا بندۂ مومن کی سیرت و کردار کا خارجی رخ یہ ہے کہ وہ اللہ کے دین کے غلبے کے لیے قربانیاں دے رہا ہوتا ہے یعنی صبر، ہجرت، جہاد اور قتال کے مراحل طے کر رہا ہوتا ہے۔ بندۂ مومن کی شخصیت کے یہ دونوں پہلو صحابہ کرامؓ کے سیرت و کردار میں بہت نمایاں تھے۔ اس حقیقت کی گواہی جنگِ قادسیہ میں ایک ایرانی جاسوس نے ان الفاظ میں دی کہ هُمْ رُهْبَانٌ بِاللَّيْلِ وَ فُرْسَانٌ بِالنَّهَارِ (۱) "وہ رات کے راہب ہیں اور دن کے شہسوار۔"

سورۃ الانفال<sup>8</sup> کی آیات 2-4 میں بندۂ مومن کی شخصیت کے باطنی پہلو اور آیت 74 میں بندۂ مومن کی شخصیت کے خارجی پہلو کو بڑے مؤثر انداز میں بیان کیا گیا ہے:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَّتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ  
إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۗ الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ۗ أُولَٰئِكَ  
هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ۝

(الانفال: 2-4)

"مومن تو بس وہ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل لرز جاتے ہیں اور جب ان پر  
اُس (اللہ) کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو یہ ان کا ایمان بڑھادیتی ہیں اور وہ اپنے رب پر  
بھروسہ رکھتے ہیں۔ (اور) وہ نماز پڑھتے ہیں اور جو مال ہم نے ان کو دیا ہے اُس میں سے خرچ  
کرتے ہیں، یہی سچے مومن ہیں اور ان کے لیے اللہ کے ہاں (بڑے بڑے) درجے اور  
بخشش اور عزت کی روزی ہے۔"

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوْا وَنَصَرُوا أُولَٰئِكَ هُمُ  
الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ۝ (الانفال: 74)

"اور جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جنگ کی اور جنہوں نے (ہجرت  
کرنے والوں کو) جگہ دی اور ان کی مدد کی یہی سچے مومن ہیں، ان کے لیے (اللہ کے ہاں)  
بخشش اور عزت کی روزی ہے۔"

### آیت 38

لِيَجْزِيَهُمُ اللَّهُ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا... تاکہ اللہ ان کو ان کے اعمال کا اچھا بدلہ دے... وَيَزِيدَهُمُ  
مِّنْ فَضْلِهِ ۗ... اور اپنے فضل سے، زیادہ بھی عطا کرے... وَاللَّهُ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ  
حِسَابٍ ۝ اور اللہ جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔

- احسن کے دو مفہوم ہیں بہترین بدلہ یا انسان کے بہترین عمل کی مناسبت سے بدلہ۔
- اجر یا جزا سے مراد وہ بدلہ ہے جو انسان کو اس کے اعمال کی وجہ سے ایک حساب کے مطابق دیا  
جائے گا۔ فضل اللہ کی خاص دین و عنایت ہے جو بے حساب اور بغیر کسی استحقاق کے بندوں کو عطا  
کیا جائے گا۔ اس کو مثال سے یوں سمجھا جاسکتا ہے کہ کسی شخص سے ایک کام کی اجرت دو سو  
روپے طے ہوئی۔ اُس نے کام وقت پر اور بہت عمدگی سے کیا تو اُسے آپ نے تین سو روپے دے  
دیئے۔ ان تین سو روپے میں سے دو سو روپے اجر ہے اور ایک سو روپے فضل۔

## آیت 39

وَالَّذِينَ كَفَرُوا... اور جن لوگوں نے کفر کیا... **أَعْمَالُهُمْ**... اُن کے اعمال کی مثال ایسی ہے  
 ... **كَسْرَابٍ بِقَيْعَةٍ**... جیسے کسی چٹیل میدان میں سراب ... **يَحْسَبُهُ الظَّمَانُ مَاءً**<sup>۱۷</sup>  
 ... شدید پیاسا سے پانی سمجھے... **حَتَّىٰ إِذَا جَاءَهُ**... یہاں تک کہ جب اُس کے پاس آئے... **لَمْ**  
**يَجِدْهُ شَيْئًا**... تو اُسے کچھ بھی نہ پائے... **وَوَجَدَ اللَّهُ عِنْدَهُ**... اور اللہ کو پائے اُس کے پاس  
 ... **فَوَقَّعَهُ حِسَابَهُ**... تو وہ اُسے اس کا حساب چکادے... **وَاللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ** <sup>۱۸</sup> اور  
 اللہ جلد حساب کرنے والا ہے۔

● اس آیت میں ایسے اعمال کے لیے تمثیل بیان کی گئی ہے جو کوئی شخص حالتِ کفر میں یا اخلاص کے بغیر کرتا ہے۔ آیت میں بیان شدہ تمثیل کی اصل سے مطابقت اس طرح سے ہے:

- **ظَّمَانٌ** (انتہائی پیاسا)      نور ایمان سے محروم انسان
- چٹیل میدان      میدانِ حشر
- سراب (دکھاوے کا نور)      خلوص سے تہی اعمال
- پانی      اعمال کا اچھا بدلہ

● اس طرح کے اعمال کے لیے تمثیل سورۃ ابراہیم <sup>۱۴</sup> آیت 18 اور سورۃ الفرقان <sup>۲۵</sup> آیت 23 میں بھی بیان کی گئی ہیں:

**مَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ أَعْمَالُهُمْ كَرَمَادٍ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيحُ فِي يَوْمٍ عَاصِفٍ**  
 (ابراہیم 18: 18)

"جن لوگوں نے اپنے رب سے کفر کیا اُن کے اعمال کی مثال راکھ کی سی ہے کہ تیز آنندھی کے دن اُس پر زور کی ہوا چلے (اور) اُسے اڑالے جائے۔"

**وَقَدْ مَنَّآ إِلَىٰ مَا عَمِلُوا مِن عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً مَنْثُورًا** (الفرقان 23: 25)

"اور جو انہوں نے عمل کیے ہوں گے ہم ان کی طرف بڑھیں گے اور انہیں (ٹھوکرا کر) کر دیں گے اڑتا ہوا غبار۔"

کسی مسلمان کے عمل میں اخلاص کا نہ ہونا دراصل ایمانِ حقیقی سے محرومی کی علامت ہے۔

سورۃ النساء<sup>4</sup> آیت 38 میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ رِئَاءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ ۗ وَمَنْ يَكُنِ  
الشَّيْطَانُ لَهُ قَرِينًا فَسَاءَ قَرِينًا ﴿38﴾ (النساء: 38)

"اور جو خرچ کرتے ہیں اپنے مال لوگوں کو دکھانے کے لیے وہ درحقیقت ایمان نہیں رکھتے  
اللہ پر اور نہ ہی روزِ آخرت پر (ایسے لوگوں کا ساتھی شیطان ہے) اور جس کا ساتھی شیطان  
ہو تو وہ بُرا ساتھی ہے۔"

- **وَوَجَدَ اللَّهُ عِنْدَهُ فَوْقَهُ حِسَابَهُ** کی انتہائی مناسب وضاحت اس حدیثِ مبارکہ سے ہوتی ہے  
جس میں بیان کیا گیا ہے کہ روزِ قیامت سب سے پہلے تین ریاکار اشخاص یعنی ایک شہید، ایک عالم  
دین اور ایک صدقہ کرنے والے کو اللہ کے سامنے پیش کیا جائے گا اور ان کے اعمال میں خلوص نہ  
ہونے کی وجہ سے انہیں جہنم میں ڈال دیا جائے گا<sup>(۱)</sup>۔

### آیت 40

**أَوْ كَظُلُمَاتٍ... يَأْتِيهِنَّ مِنْ شَرْقٍ أَوْ مِنْ غَرْبٍ أَوْ يَحُجِبُهُمْ السَّحَابُ... أَوْ كَظُلُمَاتٍ... يَأْتِيهِنَّ مِنْ شَرْقٍ أَوْ مِنْ غَرْبٍ أَوْ يَحُجِبُهُمْ السَّحَابُ... أَوْ كَظُلُمَاتٍ... يَأْتِيهِنَّ مِنْ شَرْقٍ أَوْ مِنْ غَرْبٍ أَوْ يَحُجِبُهُمْ السَّحَابُ...**  
**مَوْجٍ... جس پر چڑھی آتی ہو موج... مِّنْ فَوْقِهِ مَوْجٌ... اُس کے اُوپر ایک اور موج... مِّنْ**  
**فَوْقِهِ سَحَابٌ... اُس کے اُوپر ہو بادل... ظَلُمَاتٍ بَعْضَهَا فَوْقَ بَعْضٍ... اندھیروں پر**  
**اندھیرے ہیں... إِذَا أَخْرَجَ يَدَهَا يَرَىٰ فِيهَا نَدَىٰ... لَمْ يَكُنْ لَهَا يَدٌ... لَمْ يَكُنْ لَهَا يَدٌ... لَمْ يَكُنْ لَهَا يَدٌ...**  
**... تو اُسے بھی نہ دیکھ سکے... وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللَّهُ لَهُ نُورًا... اور جس کو اللہ روشنی نہ دے**  
**... فَمَا لَهُ مِنْ نُورٍ ﴿40﴾ اُس کے لیے کوئی روشنی نہیں۔**

- اس آیت میں ایسے کردار کے لیے تمثیل ہے جو ایمان اور عمل دونوں سے محروم ہے۔ اندھیرے  
پر اندھیرے سے مراد ہے نہ نورِ ایمان ہے اور نہ ہی نورِ عمل۔
- اس آیت میں گھمبیر تاریکی کے لیے تمثیل بیان کی گئی ہے۔ ایسی تاریکی جو سمندر کی گہرائی میں اُس  
وقت ہے جب کہ موج پر موج چڑھی آتی ہے اور آسمان پر بھی بادل ہیں تاکہ سورج یا چاند اور

(۱) ملاحظہ ہو ریاکار شہید، عالم دین اور انفاق کرنے والے کا آخرت میں انجام (منتخب نصاب حصہ اول - نکات برائے درس و تدریس، درس دوم)

ستاروں کی چمک کے آنے کا بھی کوئی امکان نہ ہو۔ اس طرح کی تمثیل کوئی ایسا شخص بیان کر سکتا ہے جسے بحری اسفار کا وسیع تجربہ ہو۔ کسی مستند روایت سے ثابت نہیں کہ نبی کریم ﷺ کبھی کسی بحری سفر پر گئے، لہذا آپ ﷺ کی زبان مبارک سے اس تمثیل کا بیان، قرآن حکیم کے اللہ کی طرف سے نازل ہونے کا ثبوت ہے۔

• آیت کے آخر میں فرمایا "اور جس کو اللہ نور نہ دے اُس کے لیے کوئی نور نہیں"۔ اللہ ہمیں اس محرومی سے محفوظ فرمائے (آمین!)۔ آئیے اللہ سے مسنون دعائیں مانگیں:

اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي نُورًا فِي قَلْبِي وَنُورًا فِي قَبْرِي وَنُورًا مِنْ بَيْنِ يَدَيَّ وَنُورًا مِنْ خَلْفِي وَنُورًا عَنْ يَمِينِي وَنُورًا عَنْ شِمَالِي وَنُورًا مِنْ فَوْقِي وَنُورًا مِنْ تَحْتِي وَنُورًا فِي سَمْعِي وَنُورًا فِي بَصَرِي وَنُورًا فِي شَعْرِي وَنُورًا فِي بَشْرِي وَنُورًا فِي لَحْمِي وَنُورًا فِي دَمِي وَنُورًا فِي عِظَامِي۔ اللَّهُمَّ اعْظِمْ لِي نُورًا وَأَعْظِمْ نُورًا وَاجْعَلْ لِي نُورًا (۱)

"اے اللہ! پیدا فرمادے نور میرے دل میں اور نور میری قبر میں اور نور میرے سامنے اور نور میرے پیچھے اور نور میرے دائیں طرف اور نور میرے بائیں طرف اور نور میرے اوپر اور نور میرے نیچے اور نور میرے کانوں میں اور نور میری آنکھوں میں اور نور میرے بالوں میں اور نور میری کھال میں اور نور میرے گوشت میں اور نور میرے خون میں اور نور میری ہڈیوں میں۔ اے اللہ! میرے لیے بڑھادے نور اور مجھے عطا فرما نور اور بنادے میرے لیے نور ہی نور"۔

اللَّهُمَّ نَوِّرْ قُلُوبَنَا بِالْإِيمَانِ

"اے اللہ ہمارے دلوں کو نور ایمان سے منور فرما"۔ آمین!



## منتخب نصاب حصہ دوم

### درس چہارم: سورۃ التغابن 64

#### تمہیدی نکات:

1. منتخب نصاب کے حصہ دوم کا درس چہارم سورۃ التغابن پر مشتمل ہے۔
2. سورۃ التغابن مکی۔ مدنی سورتوں کے چھٹے گروپ کی دس مدنی سورتوں میں شامل ہے۔ ان سورتوں میں حسب ذیل خصوصیات ہیں:
  - خطاب براہ راست مسلمانوں سے ہے۔ کفار کا ذکر ہے بھی تو بطور عبرت۔
  - جھنجھوڑنے کا انداز بہت نمایاں ہے۔
  - ان سورتوں میں اہم مضامین قرآن کے خلاصے بیان کیے گئے ہیں۔
3. اس درس کا موضوع ہے حقیقتِ ایمان۔ سورۃ التغابن ایمانِ حقیقی اور اس کے ثمرات کے موضوع پر قرآن حکیم کی جامع ترین سورۃ ہے۔
4. نظم قرآن کے اعتبار سے سورۃ التغابن ایک شاہکار سورۃ ہے۔ نظم قرآن سے مراد یہ ہے کہ قرآن حکیم کی ہر سورۃ کا ایک خاص موضوع ہوتا ہے جو اس سورۃ کا عمود کہلاتا ہے اور سورۃ کی ہر آیت عمود سے معنوی ربط رکھتی ہے۔ آیات کے تجزیہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ سورۃ التغابن میں یہ اسلوب بہت نمایاں ہے:

رکوع اول (10 آیات) 7 آیات (1 تا 7)۔ وضاحتِ ایمان

3 آیات (8 تا 10)۔ دعوتِ ایمان

رکوع دوم (8 آیات) 5 آیات (11 تا 15)۔ ایمان کے ثمرات و تقاضے

3 آیات (16 تا 18)۔ ایمان کے تقاضے ادا کرنے کی

#### دعوت

5. سورۃ التغابن، سورۃ المنافقون<sup>63</sup> کا جوڑا ہے۔ سورۃ المنافقون<sup>63</sup> کا موضوع ہے حقیقتِ نفاق جبکہ سورۃ التغابن کا موضوع ہے حقیقتِ ایمان۔ نفاق در حقیقت کفرِ حقیقی ہے جو ایمانِ حقیقی کی ضد ہے۔

## آیات پر غور و فکر

### رکوع اول

اعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝  
يَسْبِغُ لِيْهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ لَهٗ الْمُلْكُ وَلَهٗ الْحَمْدُ ۗ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ  
قَدِيْرٌ ۝ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كٰفِرٌ وَّ مِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ  
بَصِيْرٌ ۝ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۗ وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوْرَكُمْ ۗ وَ اِلَيْهِ  
الْحٰصِرُ ۝ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسْرُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ  
بِذٰتِ الصُّدُوْرِ ۝ اَلَمْ يٰٓاْتِكُمْ نَبَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ۗ فذٰقُوْا وَاٰلَ اٰمِرِهِمْ وَا  
لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهُ كَانَتْ تَاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالُوْا اَبَشْرٌ  
يَّهْدُوْنَ نَا ۗ فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا ۗ اَسْتَغْنٰى اللّٰهُ ۗ وَاللّٰهُ عَنِىْ حَمِيْدٌ ۝ زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا  
اَنْ لَّنْ يُبْعَثُوْا ۗ قُلْ بَلٰى وَ رَبِّىْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّوْنَ بِمَا عَمِلْتُمْ ۗ وَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ  
يَسِيْرٌ ۝ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهِ وَ النُّوْرَ الَّذِيْ اَنْزَلْنَا ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ  
خَبِيْرٌ ۝ يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغٰبِنِ ۗ وَمَنْ يُؤْمِنِ بِاللّٰهِ وَ يَعْمَلْ  
صٰلِحًا يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهِ وَيُدْخِلْهُ جَنَّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ۗ  
ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِآيٰتِنَا ۗ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۗ

وَبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

آیات کا تجزیہ:

- آیات 1-4: ایمان باللہ
- آیات 5-6: ایمان بالرسالت
- آیت 7: ایمان بالآخرت
- آیت 8: ایمان کی دعوت
- آیت 9: دعوتِ ایمان قبول کرنے والوں کے لیے انعامات

• آیت 10: دعوتِ ایمان قبول نہ کرنے والوں کا انجام

## آیت 1

**يُسَبِّحُ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ... اللّٰهُ كِي تَسْبِيحُ كَرْتِي هِي اُور كَرِي كِي هِر وِه شِي جُو آسْمَانُوں**

میں ہے اور ہر وہ شے جو زمین میں ہے... لے الملک... اسی کی ہے بادشاہی... و لہ الحد... اور

اسی کے لیے ہے کل شکر... و هو علی کل شیء قدير اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

• سَبَّحَ - يُسَبِّحُ کے لغوی معنی ہیں تیرانا یعنی کسی شے کو اس کے اصل مقام پر برقرار رکھنا اور اصطلاحی معنی ہیں پاکی بیان کرنا۔ تسبیح باری تعالیٰ سے مراد اس حقیقت کو بیان کرنا ہے کہ اللہ ہر کمی، ہر عیب، ہر نقص، ہر احتیاج اور ہر کمزوری سے پاک ہے۔

• لفظ 'ما' کے استعمال سے "کل مکان" (Space) کا احاطہ کیا گیا ہے۔ اسی طرح ان مدنی سورتوں میں تین بار ماضی کا صیغہ سَبَّحَ (سورة الحديد 57، سورة الحشر 59، سورة النصف 61 کے آغاز میں) اور تین ہی بار مضارع کا صیغہ يُسَبِّحُ (سورة الجمعة 62 و سورة التغابن 64 کے آغاز اور سورة الحشر 59 کے آخر میں) استعمال کر کے "کل زمان" (Time) کا احاطہ کیا گیا ہے۔

• کائنات کی ہر شے زبانِ حال سے اپنے خالق کی صنایع اور کمالِ تخلیق کا اعلان تو کر رہی رہی ہے لیکن اسے اللہ نے قوتِ گویائی بھی دی ہے جس سے وہ تسبیحِ قوی بھی کر رہی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

**تُسَبِّحُ لَهُ السَّمَوَاتُ السَّبْعُ وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَ**

**لَكِنْ لَا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ (بنی اسرائیل 17: 44)**

"ساتوں آسمان اور زمین اور جو مخلوقات ان میں ہیں سب اسی کی تسبیح کرتے ہیں اور (مخلوقات میں سے) کوئی چیز نہیں مگر اس کے شکر کے ساتھ تسبیح کرتی ہے لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے۔"

**يُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهِ وَالْمَلٰئِكَةُ مِنْ خِيفَتِهِ (الرعد 13: 13)**

"آسمانی بجلیاں اور فرشتے سب اس کے خوف سے اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے رہتے ہیں۔"

**إِنَّمَا مَحْرُزَاتُ الْجِبَالِ مَعَهُ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْإشْرَاقِ ۝ وَالطَّيْرَ مَحْشُورَةً ۝ كُلُّ لَّهُ آذَانٌ ۝**

(ص 38: 18-19)

"ہم نے پہاڑوں کو ان (یعنی حضرت داؤد) کے زیرِ فرمان کر دیا تھا کہ صبح و شام اُن کے ساتھ اللہ کی تسبیح کرتے تھے اور پرندوں کو بھی جمع کر کے۔ وہ سب کے سب حضرت داؤد کے فرمانبردار تھے۔"

• **لَهُ الْمُلْكُ** سے مراد ہے کہ کائنات میں کل اختیار کا حق اللہ کا ہے اور بالفعل بھی اسی کے پاس ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

**وَلَمْ يَكُنْ لَهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ** (بنی اسرائیل 17: 111)

"اور اُس کی بادشاہی میں کوئی شریک نہیں ہے۔"

**وَلَهُ أَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا** (آل عمران 3: 83)

"آسمان و زمین میں ہر شے خوشی سے یا مجبوراً اسی کی فرمانبردار ہے۔"

ہمارے پاس جو معمولی اور عارضی اختیار ہے وہ اللہ ہی کا عطا کردہ ہے۔ ہمیں حکم ہے کہ اس اختیار کو بھی اس کی مرضی کے تابع کر دیں۔ یہ ہی توحیدِ عملی ہے۔

• حمد = شکر + ثناء (کسی محسن کی ایسی تعریف جس میں شکر کے جذبات بھی شامل ہوں)

• حدیثِ نبوی ﷺ ہے: **التَّسْبِيحُ نِصْفُ الْمِيزَانِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ يَمْلَأُهُ** (۱)

"کلمہ سُبْحَانَ اللَّهِ (معرفتِ الہی کے بیان کے) میزان کو آدھا بھرتا ہے اور کلمہ الْحَمْدُ لِلَّهِ

اُسے پُر کر دیتا ہے۔"

• **عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ** میں لفظ "کُلِّ" ہمارے لیے پناہ ہے۔ ہم اللہ کی ذات کا ادراک تو کر ہی نہیں

سکتے لیکن اس کی صفات کی بھی اصل کیفیت (Quality) اور کمیت (Quantity) ہمارے فہم

سے بالاتر ہے۔ یہ الفاظ خاص طور پر اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اللہ تمام انسانوں کو اُن کی

موت کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے خواہ اُن کی ہڈیاں کتنی ہی بوسیدہ کیوں نہ ہو گئی ہوں۔

## آیت 2

**هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ ...** وہی تو ہے جس نے تم کو پیدا کیا... **فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ**

... پھر کوئی تم میں کافر ہے اور کوئی مومن ... **وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ** اور اللہ دیکھنے والا

ہے جو کچھ تم کر رہے ہو۔

(۱) سنن الترمذی، کتاب الدعواتِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، بَاب مَا جَاءَ فِي عَقْدِ التَّسْبِيحِ بِالْيَدِ، عَنْ ابْنِ عَمْرٍو

خالق سب کا وہی ہے لیکن کچھ مانتے ہیں کچھ نہیں۔ چونکہ ان سورتوں میں خطاب مسلمانوں سے ہے لہذا **مِنْكُمْ** سے ظاہر ہو رہا ہے کہ یہاں کافر سے مراد منافق ہے۔ "اللہ دیکھنے والا ہے" کے الفاظ ماننے والوں کے لیے دلجوئی اور ہمت افزائی کا باعث ہیں اور نہ ماننے والوں کے لیے تنبیہ کا اظہار ہیں۔ گویا ان الفاظ میں اُخروی جزا و سزا کی طرف اشارہ ہے۔

### آیت 3

**خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ... اور اُسی نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا با مقصد... وَصَوَّرَكُمْ**  
**... اور اُسی نے تمہاری صورتیں بنائیں... فَأَحْسَنَ صُورَكُمْ**... اور کیا ہی عمدہ بنایا تمہاری صورتوں کو... **وَإِلَيْهِ الْبَصِيرُ**... اور اُسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

اس آیت میں "**رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا**" (آل عمران 3: 191) کا بیان مثبت انداز میں ہے۔ خاص طور پر انسان کی تخلیق کی عظمت بیان کی گئی ہے۔ بلاشبہ انسان تخلیق کے سب سے اعلیٰ درجہ پر ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

**وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَهُمْ فِي الْوَجْدِ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا** (بنی اسرائیل 17: 70)

"اور ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی اور ہم اُن کو بحر و بر میں اٹھائے پھرتے ہیں اور ہم نے اُن کو پاکیزہ رزق دیا اور اپنی بہت سی مخلوقات پر فضیلت دی۔"

**لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ** (التین 95: 4)  
 "اور ہم نے انسان کو بہترین ساخت میں پیدا کیا۔"

انسان کے خاکی وجود کا ہر حصہ تخلیق باری تعالیٰ کا شاہکار ہے لیکن انسان کی اصل عظمت اُس کا روحانی وجود ہے جس کی وجہ سے اُسے مسجودِ ملائک ہونے کا اعزاز حاصل ہوا:

**إِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِّن طِينٍ** (فَأَازَا سَوِيَّتَهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي فَفَعُوا لَهُ سَجْدًا) (ص 71-73: 38)

"جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں مٹی سے انسان بنانے والا ہوں۔ تو جب میں اس کو درست کر لوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو اس کے آگے سجدے میں گر پڑنا۔ تو سجدہ کیا سب کے سب فرشتوں نے۔"

پھر کائنات کی ہر تخلیق بامقصد ہے تو اشرف المخلوقات انسان کو بھی بے مقصد پیدا نہیں کیا گیا:

أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ ﴿۱۱۵﴾ (المؤمنون: 23)

"کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ ہم نے تم کو بے فائدہ پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹ کر نہیں آؤ گے؟"

لِيَحْسَبُ الْإِنْسَانُ أَن يُتْرَكَ سُدًى ﴿۳۶﴾ (القيامة: 75)

"کیا انسان خیال کرتا ہے کہ یونہی چھوڑ دیا جائے گا؟"

انسان کا مقصد تخلیق ہے اللہ کی عبادت:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴿۵۱﴾ (الذّٰرِئَاتِ: 56)

"اور میں نے جنوں اور انسانوں کو پیدا نہیں کیا مگر اس لیے کہ وہ میری عبادت کریں۔"

وَالْيَهُ الْبَصِيرُ کے الفاظ رہنمائی کر رہے ہیں کہ اس حوالے سے روز قیامت انسان سے باز پرس ہوگی۔  
حدیث مبارکہ ہے:

فَإِنَّكُمْ خُلِقْتُمْ لِلْآخِرَةِ وَالْدُنْيَا خُلِقَتْ لَكُمْ ﴿۱﴾

"پس بلاشبہ تم بنائے گئے ہو آخرت کے لیے اور دنیا بنائی گئی ہے تمہارے لیے۔"

#### آیت 4

يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ... وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے ... وَيَعْلَمُ مَا

تَسْرُونَ وَمَا تُعْلِنُونَ ... اور وہ جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو تم ظاہر کرتے ہو ... وَاللَّهُ

عَلِيمٌ ﴿۱﴾ بِذَاتِ الصُّدُورِ اور اللہ واقف ہے ان رازوں سے جو سینوں میں ہیں۔

• اللہ تعالیٰ کی صفت علم کے بیان پر یہ قرآن حکیم کی جامع ترین آیت ہے۔ یہاں تین سطحوں پر

اللہ کی صفت علم کا بیان ہوا ہے:

1. اللہ کو کائنات کی ہر شے کا علم ہے:

وَ عِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ  
 وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٌ فِي ظِلْمِ الْأَرْضِ وَلَا  
 رَطْبٌ وَلَا يَأْسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ﴿٥٩﴾ (الانعام: 59)

"اور اس کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جنہیں اُس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور جو کچھ بحر و  
 بر میں ہے، وہ سب کا علم رکھتا ہے، اور (درخت سے) کوئی پتہ نہیں گرتا مگر یہ کہ وہ  
 اُسے جانتا ہے، اور زمین کی تاریکیوں (کے پردوں) میں کوئی دانہ نہیں اور نہ کوئی  
 خشک وتر (چیز) ہے مگر (یہ کہ سب) ایک کتاب میں (درج) ہیں۔"

2. اللہ جانتا ہے ہر اس بات کو جسے انسان شعوری نیت و ارادے سے ظاہر کرتا ہے یا پوشیدہ رکھتا ہے۔

3. اللہ ان باتوں کو بھی جانتا ہے جو بھی انسان کے تحت الشعور (Sub-conscious) میں ہیں۔

• اللہ کی اس صفت کے اعتبار سے کہ وہ ظاہر و پوشیدہ ہر شے کا جاننے والا ہے، سورة البقرة کی  
 آیت 284 اور سورة الرعد<sup>13</sup> کی آیات 8-10 بھی بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔

بَلِّغْ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۗ وَاِنْ تُبَدَّلُوْا مَا فِىْ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تَخْفَوْا  
 بِمَا سَبَّحْتُمْ بِهٖ اللّٰهُ فَيَغْفِرْ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبْ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ  
 شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٢٨٤﴾ (البقرة: 284)

"جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے۔ تم اپنے دلوں کی بات کو  
 ظاہر کرو یا چھپاؤ، اللہ تم سے اُس کا حساب لے گا۔ پھر وہ جسے چاہے گا بخش دے گا اور جسے  
 چاہے گا عذاب دے گا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔"

اللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ۗ وَكُلُّ شَيْءٍ  
 عِنْدَهُ بِمِقْدَارٍ ﴿١٠﴾ عَلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ﴿٩﴾ سَوَآءٌ  
 مِّنْكُمْ مَّنْ اَسْرَ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ بِاللَّيْلِ وَسَارِبٌ  
 بِالنَّهَارِ ﴿١٠﴾ (الرعد: 8-10)

"اللہ ہی اُس بچے سے واقف ہے جو ہر مؤنث کے رحم میں ہوتا ہے اور رحم کے سکرنے اور  
 بڑھنے سے بھی (واقف ہے) اور ہر شے اپنی مقدار کے ساتھ اُس کے علم میں ہے۔ وہ ہر مخفی و  
 ظاہر شے کا جاننے والا، سب سے بڑا اور عالی رتبہ ہے۔ (اُس کے نزدیک) برابر ہے کوئی تم میں

سے چپکے سے بات کہے یا پکار کر یارات کو کہیں چھپ جائے یا دن میں کھلم کھلا چلے پھرے۔"

- ایمان بالآخرت کے حوالے سے شیطان یہ مغالطہ پیدا کرتا ہے کہ کیسے ممکن ہے کہ ہر انسان کا ہر عمل محفوظ کیا جا رہا ہو۔ اللہ تعالیٰ کی صفتِ علم کا اس طور سے بیان دراصل اسی مغالطہ کا ازالہ ہے۔

## آیت 5

أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَبُؤُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ... کیا نہیں آگئی تم تک خبر ان لوگوں کی جنہوں نے تم سے پہلے کفر کیا... فَمَا أَقْوَابًا لِمُرِهِمْ... تو انہوں نے اپنے کیے کی سزا کا مزہ چکھ لیا... وَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

- انبیاء و مرسلین کے واقعات قرآن حکیم میں دو اسالیب سے بیان ہوئے ہیں:
- 1. **قصص النبیین:** انبیاء کے ذاتی حالات و محاسن کا بیان (جیسے سورۃ یوسف میں حضرت یوسفؑ کا قصہ)

2. **انباء الرسل:** رسولوں کی اپنی قوموں کے ساتھ کشمکش کا بیان

اس آیت میں انباء الرسل کا ذکر ہے جن کی تفصیل سورۃ الاعراف<sup>7</sup>، سورۃ ہود<sup>11</sup> اور سورۃ الشعراء<sup>26</sup> میں بیان ہوئی ہیں۔

- **الَّذِينَ كَفَرُوا** سے مراد قوم نوح، قوم ہود، قوم صالح، قوم لوط، قوم شعیب اور آل فرعون ہیں۔ اول الذکر تین اقوام حضرت ابراہیمؑ سے قبل اور مؤخر الذکر تین اقوام حضرت ابراہیمؑ کے بعد گزری ہیں۔

- **فَمَا أَقْوَابًا لِمُرِهِمْ** میں وہاں سے مراد وہ عذاب ہیں جو مختلف اقوام پر دنیا ہی میں آئے یعنی قوم نوح پر طوفان، قوم ہود پر تیز آندھی، قوم صالح اور قوم شعیب پر زلزلہ، قوم لوطؑ پر پتھروں کی بارش اور آل فرعون کا دریا میں غرق ہونا۔ سورۃ العنکبوت<sup>29</sup> آیت 40 میں عذاب کی ان تمام صورتوں کا ذکر ہے:

فَكُلًّا أَخَذْنَا بِذُنُوبِهِمْ ۖ فَمِنْهُمْ مَنُ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ۖ وَمِنْهُمْ مَنُ أَخَذَتْهُ

الصَّيْحَةُ ۖ وَمِنْهُمْ مَنُ خَسَفْنَا بِهِ الْأَرْضَ ۖ وَمِنْهُمْ مَنُ أَغْرَقْنَا ۖ وَمَا كَانَ اللَّهُ

لِيُظْلِمَهُمْ وَلَكِن كَانُوا أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ۝ (العنکبوت: 40)

"تو ہم نے سب کو ان کے گناہوں کے سبب پکڑ لیا، ان میں کچھ تو ایسے تھے جن پر ہم نے

پتھروں کی بارش برسائی اور کچھ ایسے تھے جن کو چنگھاڑنے آ پکڑا اور کچھ ایسے تھے جن کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا اور کچھ ایسے تھے جن کو غرق کر دیا اور اللہ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرتا لیکن وہی اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے۔"

- **فَدَا اقْوَامًا وَّ بِالْ اَمْرِ هُمْ** میں امر سے مراد وہ گناہ ہیں جن میں مختلف اقوام مبتلا رہیں۔ شرک کا گناہ تو متذکرہ بالا تمام اقوام ہی نے کیا۔ اضافی طور پر قوم لوط نے ہم جنس پرستی، قوم شعیب نے ناپ تول میں کمی اور رہزنی جبکہ آل فرعون نے بنی اسرائیل پر سیاسی جبر کے جرائم کا ارتکاب کیا۔
- **عَذَابٌ اَلِيْمٌ** سے آخرت کی سزا مراد ہے۔

## آیت 6

**ذٰلِكَ بِاَنَّهُ كَانَتْ تَاْتِيهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ...** یہ اس لیے ہوا کہ ان کے پاس ان کے رسول واضح نشانیاں لے کر آئے ... **فَقَالُوْا ...** تو انہوں نے کہا ... **اَبَشْرًا يَّهْدٰ وَّنَا ...** کیا انسان ہمیں ہدایت دیں گے ... **فَكَفَرُوْا ...** پھر انہوں نے انکار کیا ... **وَتَوَلَّوْا ...** اور منہ پھیر لیا ... **وَسْتَغْنٰى اللّٰهُ ...** اور اللہ بھی بے نیاز ہوا ... **وَاللّٰهُ غَنِىٌّ حَمِيْدٌ ۝۱** اور اللہ کسی کا محتاج نہیں اور بذاتِ خود محمود ہے۔

- رسالت کے حوالے سے ایک گمراہی بہت قدیم رہی ہے یعنی کسی انسان میں رسالت و بشریت کو ایک ساتھ قبول نہ کرنا۔ اس کی دو صورتیں رہیں:
- 1. جنہوں نے رسول کو بحیثیت بشر دیکھا، انہوں نے انہیں رسول ماننے سے انکار کر دیا۔ قرآن میں کئی مقامات پر اس کا ذکر ہے:

**وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُؤْمِنُوْا اِذْ جَاءَهُمُ الْهُدٰى اِلَّا اَنْ قَالُوْا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ۝۱۷ (بنی اسرائیل 94)**

"اور جب لوگوں کے پاس ہدایت آگئی تو ان کو ایمان لانے سے اس کے سوا کوئی چیز مانع نہ ہوئی کہ کہنے لگے کہ کیا اللہ نے ایک آدمی کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟"

**فَقَالَ الْمَلٰٓئِکَةُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهِ مَا هٰذَا اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۚ یُرِیْدُ اَنْ یَّتَفَضَّلَ عَلَیْكُمْ ۗ وَ لَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَانزَلَ مَلٰٓئِکَةً مِّنَّا سٰحِنًا بِهٰذَا فِیْ اَبَابِنَا الْاَوَّلِیْنَ ۝۲۴**

(المؤمنون 24:24)

"تو ان کی قوم کے سردار جو کافر تھے کہنے لگے یہ تو تم ہی جیسا آدمی ہے تم پر بڑائی حاصل کرنا چاہتا ہے اور اگر اللہ چاہتا تو فرشتے اتار دیتا، ہم نے اپنے پچھلے باپ دادا میں تو یہ بات کبھی نہیں سنی تھی۔"

وَقَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِإِلْقَاءِ الْآخِرَةِ وَآتَرَفْنَاهُمْ فِي الْحَيَاةِ  
الدُّنْيَا مَا هَذَا إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ يَأْكُلُ مِمَّا تَأْكُلُونَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُونَ ﴿33﴾  
لَئِنْ أَطَعْتُمْ بَشَرًا مِثْلَكُمْ إِنَّكُمْ إِذَا لَخُسِرُونَ ﴿34﴾ (المؤمنون: 33-34)

"تو ان کی قوم کے سردار جو کافر تھے اور آخرت کے آنے کو جھوٹ سمجھتے تھے اور دنیا کی زندگی میں ہم نے ان کو آسودگی دے رکھی تھی، کہنے لگے کہ یہ تو تمہارے جیسا آدمی ہے، جس قسم کا کھانا تم کھاتے ہو اسی طرح کا یہ بھی کھاتا ہے اور پانی جو تم پیتے ہو اسی قسم کا یہ بھی پیتا ہے۔ اور اگر تم نے اپنے ہی جیسے آدمی کا کہا مان لیا تو تم نقصان اٹھانے والے ہو جاؤ گے۔"

2. جنہوں نے رسول مان لیا انہوں نے رسول کی بشریت سے انکار کیا۔ یہود نے حضرت

عزیر علیہ السلام کو اور عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا قرار دیا:

وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصْرِيُّ الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ (التوبة: 30)  
"اور یہود کہتے ہیں کہ عزیر علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں اور عیسائی کہتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں۔"

دونوں صورتوں کا نتیجہ رسول کی اطاعت و اتباع سے فرار کی صورت میں نکلا۔

● رسالت کے بارے میں قرآن حکیم کی رہنمائی:

■ تمام رسول انسان تھے لیکن اللہ کے چنے ہوئے خاص بندے تھے:

قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ إِنْ نَحْنُ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَمُنُّ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ مِنْ  
عِبَادِهِ (ابراہیم: 14)

"رسولوں نے ان سے کہا کہ ہاں ہم تمہارے ہی جیسے آدمی ہیں لیکن اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے (نبوت کا) احسان کرتا ہے۔"

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَهُكُمُ اللَّهُ وَاحِدٌ (الکہف: 18)  
"اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! فرما دیجئے کہ میں تمہاری طرح کا ایک بشر ہوں (البتہ) میری طرف وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود (وہی) ایک معبود ہے۔"

وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ إِلَّا رِجَالًا نُوْحِيْ اِلَيْهِمْ فَسْأَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٧﴾ (الانبیاء 21: 7)

"اور ہم نے آپ ﷺ سے پہلے مرد ہی (رسول بنا کر) بھیجے جن کی طرف ہم وحی بھیجتے تھے، اگر تم لوگ نہیں جانتے تو جو یاد رکھتے ہیں ان سے پوچھ لو۔"

▪ رسول انسان اس لیے تھے کہ وہ انسانوں کے لیے نمونہ تھے:

قُلْ لَوْ كَانِ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّسْمَعُوْنَ مُطْمَٔنِّنٰتٍ لَّنَزَلْنَا عَلَيْهِمْ مِنَ السَّمٰٓءِ مَلٰٓئِكًا رَّسُوْلًا ﴿٩٥﴾ (بنی اسرائیل 17: 95)

"اے نبی ﷺ! فرمادیجئے کہ اگر زمین میں فرشتے ہوتے (کہ اس میں) چلتے پھرتے (اور) آرام کرتے (یعنی بستے) تو ہم ان کے پاس فرشتے کو رسول بنا کر بھیجتے۔"

▪ رسول اس معنی میں معصوم اور اللہ کی حفاظت میں تھے کہ ان کی خطائیں جانبِ خیر تھیں اور اللہ فوراً متوجہ فرما کر اصلاح کر دیتا تھا۔

• وَاللّٰهُ غَفِيْرٌ حَمِيْدٌ سے مراد یہ ہے کہ اللہ کو کسی کی احتیاج نہیں۔ کوئی اسے مان لے تو اس کی بادشاہی میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا اور کوئی انکار کر دے تو اس کی جلالتِ شان میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔

## آیت 7

زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا... خوش فہمی ہے ان لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا... اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا... کہ وہ دوبارہ زندہ نہیں کیے جائیں گے... قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ... کہہ دیجئے کہ کیوں نہیں میرے پروردگار کی قسم... لَتُبْعَثُنَّ... تم ضرور اٹھائے جاؤ گے... ثُمَّ لَتَنْبَوْنَ بِمَا عَمِلْتُمْ... اور پھر تمہیں ضرور بتادیا جائے گا جو کچھ تم نے کیا... وَذٰلِكَ عَلٰى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿٧﴾ اور یہ (بات) اللہ کے لیے آسان ہے۔

• بَلٰى وَرَبِّيْ کے الفاظ دراصل وقوعِ قیامت کے لیے دلیلِ خطابی کا درجہ رکھتے ہیں۔ قسم کے پس منظر میں دلیلِ آپ ﷺ کی مثالی سیرت اور کردار ہے۔ جو آپ قسم میں دلیلِ وقوعِ قیامت کے بارے میں آپ ﷺ کا یقینِ محکم ہے جسے فعلِ مضارع سے قبل لامِ تاکید اور آخر میں نونِ مشدّد لاکر انتہائی تاکیدِ اسلوب میں ظاہر کیا گیا ہے۔

• وَذٰلِكَ عَلٰى اللّٰهِ يَسِيْرٌ کے الفاظ وقوعِ قیامت پر دوسری دلیل ہیں۔

- اس آیت میں لفظ 'اَقْل' کے ذریعہ آپ ﷺ کو جو حکم دیا گیا ہے اس پر عمل کا مظہر آپ ﷺ کا ایک پُر حکمت خطبہ ہے:

إِنَّ الرَّأْيِدَ لَا يَكْذِبُ أَهْلَهُ وَاللَّهُ لَوْ كَذَّبَتْ النَّاسَ جَمِيعًا مَا كَذَّبْتُكُمْ وَلَوْ  
عَرَّزْتُ النَّاسَ جَمِيعًا مَا عَرَّزْتُكُمْ وَاللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ إِنِّي لَرَسُولُ اللَّهِ  
إِلَيْكُمْ خَاصَّةً وَإِلَى النَّاسِ كَافَّةً وَاللَّهُ لَتَمُوتُنَّ كَمَا تَنَامُونَ ثُمَّ لَتُبْعَثُنَّ كَمَا  
تَسْتَيْقِظُونَ ثُمَّ لَتُحَاسِبُنَّ بِمَا تَعْمَلُونَ ثُمَّ لَتُجْزَوْنَ بِالْإِحْسَانِ إِحْسَانًا  
وَبِالسُّوءِ سُوءًا وَإِنَّمَا لَجَنَةٌ أَبَدًا أَوْ لَنَارًا أَبَدًا<sup>(1)</sup>

"بے شک قافلہ کار ہیر قافلے والوں سے جھوٹ نہیں بولتا۔ اللہ کی قسم! اگر (بالفرض) میں تمام انسانوں سے جھوٹ بولتا تب بھی تم سے کبھی جھوٹ نہ بولتا اور اگر تمام انسانوں کو فریب دیتا تب بھی تمہیں کبھی فریب نہ دیتا۔ قسم ہے اللہ کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں! یقیناً میں اللہ کا رسول ہوں تمہاری طرف خصوصاً اور پوری نوعِ انسانی کی طرف عموماً۔ اللہ کی قسم! تم سب یقیناً مر جاؤ گے جیسے (روزانہ) سو جاتے ہو پھر یقیناً اٹھائے جاؤ گے جیسے (ہر صبح) بیدار ہو جاتے ہو پھر لازماً تم سے حساب لیا جائے گا اس عمل کا جو تم کر رہے ہو اور پھر لازماً تمہیں بدلہ دیا جائے گا اچھائی کا اچھا بدلہ اور برائی کا برا بدلہ اور وہ جنت ہے ہمیشہ ہمیش کی یا آگ ہے ہمیشہ ہمیش کی۔"

## آیت 8

فَأْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ... تو ایمان لاؤ اللہ پر اور اُس کے رسول ﷺ پر... وَالنُّورِ الَّذِي  
أَنْزَلْنَا... اور اُس نور (قرآن) پر جو ہم نے نازل فرمایا... وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ<sup>(2)</sup> اور اللہ  
باخبر ہے اس عمل سے جو تم کر رہے ہو۔

- **فَأْمِنُوا** سے مراد یہ ہے کہ اب تک جو مضامین بیان ہوئے ہیں وہ تو حق ہیں ہی، تمہارے لیے بہتر یہ ہے کہ ان پر ایمان لے آؤ۔
- اللہ کی صفت 'خَبِيرٌ' اس اسلوب پر آنے والی دیگر صفات مثلاً 'صَبِيحٌ'، 'بَصِيرٌ'، 'شَهِيدٌ' وغیرہ سے زیادہ جامع ہے۔ دیگر صفات وہ ذرائع ہیں جن سے حاصل ہونے والی معلومات پر غور و تجزیہ

(1) الكامل في التاريخ (1/258) والسيرة الحلبية (1/27)

سے صفت خیر نتائج اخذ کرتی ہے۔

## آیت 9

**يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ...** جس دن وہ تم کو جمع کرے گا یعنی جمع کرنے کے دن ... **ذَلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ** ... وہ ہو گا ہار اور جیت کا دن ... **وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ** ... اور جو شخص ایمان لایا اللہ پر ... **وَيَعْمَلْ صَالِحًا** ... اور اُس نے نیک عمل کیے ... **يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّئَاتِهِ** ... اللہ اُس سے اُس کی بُرائیاں دُور کر دے گا ... **وَيُدْخِلُهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ** ... اور اُسے داخل کرے گا ان باغات میں جن کے نیچے سے نہریں بہ رہی ہیں ... **خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا** ... رہیں گے ان میں ہمیشہ ہمیش ... **ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ** ① یہ ہی شاندار کامیابی ہے۔

● لفظ تغابن کے لغوی معنی ہیں کسی کسی کو نقصان پہنچانا اور اصطلاحی معنی ہیں ہار اور جیت۔ **يَوْمُ التَّغَابُنِ** کے الفاظ اس حقیقت کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ دنیا کی زندگی محض کھیل اور تماشہ یعنی ڈرامہ ہے اور ہار اور جیت کا اصل دن آخرت کا دن ہے:

**وَمَا هَذِهِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَهُوٌّ وَلَعِبٌ ۗ وَإِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِىَ الْحَيَوَانُ ۗ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ** ② (العنكبوت 29: 64)

"اور یہ دنیا کی زندگی تو صرف کھیل اور تماشہ ہے اور (ہمیشہ کی) زندگی (کا مقام) تو آخرت کا گھر ہے کاش یہ (لوگ) سمجھتے۔"

اللہ نے ہر انسان میں دوسرے سے آگے نکلنے کا جذبہ رکھا ہے۔ اس جذبہ کے تحت ہمیں چاہیے کہ ایک دوسرے سے نیکیوں میں آگے نکل کر اصل کامیابی یعنی فلاحِ اخروی حاصل کریں:

**وَلِكُلٍّ وَّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيَهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ** (البقرة 2: 148)

"اور ہر ایک کا ایک نصب العین ہے جس کی طرف وہ رخ کیے ہوئے ہے پس تم نیکیوں میں دوسروں پر سبقت لے جاؤ۔"

**وَسَارِعُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ** ③ (آل عمران 3: 133)

"اور لپکھو اپنے رب کی بخشش اور جنت کی طرف جس کا عرض آسمان اور زمین کے برابر ہے

اور جو (اللہ کی نافرمانی سے) بچنے والوں کے لیے تیار کی گئی ہے۔"

حدیثِ نبوی ﷺ ہے :

**الْكَيْسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ وَ عَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ (۱)**

"عقل مند وہ ہے جو اپنے نفس پر قابو پالے اور عمل کرے موت کے بعد کی زندگی کے لیے۔"

- حقیقی جیت اس کی ہے جو اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور اچھے اعمال کرتا ہے۔ یہاں صرف ایمان باللہ کا ذکر ہے کیوں کہ بنیادی ایمان یہ ہی ہے۔

## آیت 10

**وَالَّذِينَ كَفَرُوا... اور جنہوں نے کفر کیا... وَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا... اور ہماری آیات کو جھٹلایا... أُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ... وہی ہیں اہل جہنم... خُلِدِينَ فِيهَا... ہمیشہ اُس میں رہیں گے... وَ بِئْسَ الْمَصِيرُ** اور وہ بُری جگہ ہے۔

- اصل ہا اس کی ہے جس نے کفر کیا اور اللہ کی آیات کی تکذیب کی۔
- کفر کے معنی ہیں اندر موجود حقیقت کو چھپانا یعنی باطن میں جس حق کی معرفت حاصل ہو چکی ہے، اس کا اظہار نہ کرنا۔ سورۃ النمل<sup>27</sup> آیت 14 میں آل فرعون کے بارے میں کہا گیا:  
**وَجحدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنفُسُهُمْ ظُلْمًا وَعُلُوًّا**  
"اور انہوں نے بے انصافی اور غرور سے اُن (اللہ کی آیات) کا انکار کیا جبکہ وہ دلی طور پر اُن پر یقین کر چکے تھے۔"

- تکذیب کے معنی ہیں دعوتِ حق سامنے آنے پر اس کو جھٹلانا۔  
اللہ ہم سب کے دلوں کو نورِ ایمان سے منور فرمائے اور روزِ قیامت کی ناکامی سے محفوظ فرمائے۔ آمین

(۱) سنن الترمذی، کتاب صِفَةِ الْقِيَامَةِ وَالرَّقَابَةِ وَالْوَرَعِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، بَاب مَا جَاءَ فِي صِفَةِ أَوْلِيَاءِ الْحَوْضِ وَ سنن ابن ماجہ، کتاب الرُّهْدِ، بَاب ذِكْرِ الْمَوْتِ وَالْإِسْتِمْدَادِ لَهُ، عَنْ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ

## رکوع دوم

مَا أَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۗ وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ يَهْدِ اللَّهُ قَلْبَهُ ۗ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿١١﴾ وَ اطِيعُوا اللَّهَ وَ اطِيعُوا الرَّسُولَ ۚ فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَإِنَّمَا عَلَىٰ رَسُولِنَا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ﴿١٢﴾ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۗ وَعَلَىٰ اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿١٣﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ وَأَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَكُمْ فَاحْذَرُوهُمْ ۚ وَإِنْ تَعَفَّوْا وَتَصَفَّحُوا وَتَغْفِرُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿١٤﴾ إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۗ وَاللَّهُ عِنْدَآ أَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿١٥﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوا وَ اطِيعُوا وَ انْفِقُوا خَيْرًا ۗ إِلَّا نَفْسِكُمْ ۗ وَمَنْ يُوقِ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿١٦﴾ إِنَّ تَقْرِيضَ اللَّهِ قَرْضًا حَسَنًا يُضَعِفُهُ لَكُمْ وَ يَغْفِرَ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ شَكُورٌ حَلِيمٌ ﴿١٧﴾ عِلْمُ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿١٨﴾

## آیات کا تجزیہ:

- آیات 11-13: فرد کی ذاتی زندگی پر ایمان کے اثرات
- آیات 14-15: علاقہ دنیوی کے بارے میں فرد کے نقطہ نظر پر ایمان کے اثرات
- آیات 16-17: ایمان کے تقاضے ادا کرنے کی دعوت
- آیت 18: توحید باری تعالیٰ کا بیان (اول و آخر توحید)

## آیت 11

اللہ کی طرف سے وارد شدہ حالات کے بارے میں بندہ مومن کا رویہ

مَا أَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ... کوئی مصیبت نازل نہیں ہوتی... إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ... مگر اللہ کے حکم سے... وَمَنْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ... اور جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہے... يَهْدِ اللَّهُ قَلْبَهُ... وہ اُس کے دل کو ہدایت دیتا ہے... وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿١١﴾ اور اللہ ہر چیز سے باخبر ہے۔

- مصیبت کے معنی ہیں اللہ کی طرف سے وارد ہونے والی خوشگوار یا تکلیف دہ صورت حال۔ انسان چونکہ تکلیف دہ صورت حال کا زیادہ تاثر لیتا ہے لہذا عام طور پر یہ لفظ اسی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔
- دنیا میں وارد ہونے والی ہر صورت حال اللہ کے ہی حکم سے پیش آتی ہے، اگرچہ ظاہر میں کچھ

اسباب اس کی وجہ دکھائی دیتے ہیں۔ البتہ اللہ کا اذن یا حکم اور ہے اور اس کی رضا اور۔ اچھے کام میں اس کے اذن کے ساتھ ساتھ اس کی رضا بھی شامل ہوتی ہے لیکن برے کام میں صرف اس کا اذن شامل ہوتا ہے رضا نہیں۔

● "يَهْدِي قَلْبَهُ" سے مراد ہے کہ وارد ہونے والے حادثات کے بارے میں بندۂ مومن کو ان حقائق کی رہنمائی نصیب ہوتی ہے کہ:

1. جو کچھ ہو اللہ کے حکم سے ہو (جو رب کرے سو ہو)

2. جو کچھ ہو پہلے سے طے شدہ تھا:

مَا أَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنْفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِّنْ قَبْلِ أَنْ نَبْرَأَهَا ۗ إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ﴿٢٢﴾ تَكِيلًا تَأْسُوا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمْ ﴿٢٣﴾ (المحذید: 22-23)

"کوئی مصیبت نہیں پڑتی زمین پر اور خود تم پر مگر ایک کتاب میں (لکھی ہوئی) ہے قبل اس کے کہ ہم اس کو ظاہر کریں (اور) یہ کام اللہ کے لیے آسان ہے۔ تاکہ جو شے تم سے چھن جائے اس پر افسوس نہ کرو اور جو تم کو اس نے دیا ہو اس پر اترایا نہ کرو۔"

3. جو کچھ ہو اسی میں خیر ہے:

قُلِ اللَّهُمَّ مَلِكُ الْمَلِكِ تُؤْتِي الْمَلِكَ مَن تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمَلِكَ مِمَّن تَشَاءُ ۗ وَتُعِزُّ مَن تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَن تَشَاءُ ۗ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ۗ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٢٦﴾ (آل عمران: 26)

"کہو کہ اے اللہ (اے) بادشاہی کے مالک تو جس کو چاہے بادشاہی بخشے اور جس سے چاہے بادشاہی چھین لے اور جس کو چاہے عزت دے اور جس کو چاہے ذلیل کرے ہر طرح کی بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔"

قُلْ لَنْ يُصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا ۗ هُوَ مَوْلَانَا ۗ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿٥١﴾ قُلْ هَلْ تَرَبَّصُونَ بِنَا إِلَّا إِحْدَى الْحُسَيْنِيَيْنِ ۗ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ أَنْ يُصِيبَكُمْ اللَّهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهِ أَوْ بَأْيِدِنَا ۗ فَتَرَبَّصُوا إِنَّا مَعَكُمْ مُتَرَبِّصُونَ ﴿٥٢﴾ (التوبة: 51-52)

"کہہ دو کہ ہمیں کوئی مصیبت نہیں پہنچ سکتی سوائے اس کے جو اللہ نے ہمارے لیے

لکھ دی ہو، وہی ہمارا کارساز ہے اور مومنوں کو اللہ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہیے۔ کہہ دو کہ تم ہمارے حق میں کس شے کے منتظر ہو سوائے دو بھلائیوں میں سے ایک کے اور ہم تمہارے حق میں اس بات کے منتظر ہیں کہ اللہ (یا تو) اپنے پاس سے تم پر کوئی عذاب نازل کرے یا ہمارے ہاتھوں سے (عذاب دلوائے)۔ تو تم بھی انتظار کرو ہم بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتے ہیں۔"

حدیث مبارکہ ہے:

عَجَبًا لِأَمْرِ الْمُؤْمِنِ إِنَّ أَمْرَهُ كُلَّهُ خَيْرٌ وَلَيْسَ ذَاكَ لِأَخِيهِ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ إِنَّ

أَصَابَتْهُ سَرَّاءٌ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لِّهِ وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّاءٌ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لِّهِ (۱)

"مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے۔ اُس کے ہر معاملے میں خیر ہے اور یہ چیز مومن کے علاوہ کسی کو حاصل نہیں، اگر اُسے نعمت ملے تو وہ شکر کرتا ہے پس یہ اس کے لیے بہتر ہے اور اگر اُسے تکلیف پہنچے تو وہ صبر کرے پس یہ اُس کے لیے بہتر ہے۔"

4. اس دنیا کی ہر راحت یا تکلیف عارضی ہے:

مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ بَاقٍ ۗ وَ لَنَجْزِيَنَّ الَّذِينَ صَبَرُوا أَجْرَهُمْ

بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۹۶﴾ (النحل: ۹۶)

"جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جاتا ہے اور جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی ہے (کہ کبھی ختم نہیں ہو گا) اور جن لوگوں نے صبر کیا ہم اُن کو اُن کے اعمال کا نہایت اچھا بدلہ دیں گے۔"

5. جو کچھ ہو اس میں آزمائش ہے:

فَأَمَّا الْإِنْسَانُ إِذَا مَا ابْتَلَاهُ رَبُّهُ فَأَكْرَمَهُ وَ نَعَبَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَكْرَمَنِ ۗ وَ أَمَّا

إِذَا مَا ابْتَلَاهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَهَانَنِ ۗ ﴿۱۵-۱۶﴾ (الفجر: ۱۵-۱۶)

"پس انسان (کا معاملہ عجیب ہے کہ) جب اس کا پروردگار اس کو آزماتا ہے تو اسے عزت دیتا اور نعمت بخشا ہے تو کہتا ہے کہ میرے پروردگار نے مجھے عزت بخشی۔ اور جب (دوسری طرح) آزماتا ہے کہ اس پر روزی تنگ کر دیتا ہے تو کہتا ہے کہ میرے

پروردگار نے مجھے ذلیل کیا۔"

وَتَبْلُوكُمْ بِالْأَشْرَارِ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً وَإِلَيْنَا تُرْجَعُونَ ﴿۳۵﴾ (الانبیاء: ۳۵)

"اور ہم تمہیں آزماتے ہیں شر اور خیر سے جو آزمائش کی صورتیں ہیں اور تم ہماری ہی طرف لوٹ کر آؤ گے۔"

6. آخرت میں جو اب دہی کے حوالے سے وہ آزمائش نسبتاً آسان ہے جس میں کچھ لے لیا گیا ہو۔ مندرجہ بالا حقائق بندہ مومن میں تسلیم و رضا کی کیفیت پیدا کرتے ہیں جو "زوالِ خوف و حزن" اور "ازالہ یاس و حسرت" کا باعث ہوتی ہے۔ اس کے برعکس ایک عام انسان کی نگاہ صرف اسباب پر ہوتی ہے اور وہ اچھے یا برے حالات کا بہت زیادہ تاثر لیتا ہے:

وَإِذَا أَنْعَمْنَا عَلَى الْإِنْسَانِ أَعْرَضَ وَنَأِ بِجَانِبِهِ ۗ وَإِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَئُوسًا ﴿۸۳﴾

(بنی اسرائیل: ۸۳)

"اور جب ہم انسان کو نعمت بخشتے ہیں تو اعراض کرتا ہے اور پہلو پھیر لیتا ہے اور جب اُسے سختی پہنچتی ہے تو ناامید ہو جاتا ہے۔"

إِنَّ الْإِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا ۚ إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعًا ۚ وَإِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوعًا ۙ ﴿۲۱﴾

(المعارج: ۱۹-۲۱)

"کچھ شک نہیں کہ انسان کم حوصلہ پیدا ہوا ہے۔ جب اُسے تکلیف پہنچتی ہے تو گھبرا اٹھتا ہے اور جب آسائش حاصل ہوتی ہے تو بخیل بن جاتا ہے۔"

• حدیث مبارکہ ہے:

إِحْرَاضٌ عَلَى مَا يَنْفَعُكَ وَاسْتِعْمَالُ اللَّهِ وَلَا تَعَجْزْ وَإِنْ أَصَابَكَ شَيْءٌ فَلَا تَقُلْ لَوْ أَنِّي فَعَلْتُ

كَانَ كَذَا وَكَذَا وَلَكِنْ قُلْ قَدَرُ اللَّهِ وَمَا شَاءَ فَعَلَ فَإِنَّ لَوْ تَفْتَنُ عَمَلُ الشَّيْطَانِ ۙ (۱)

"اس شے کی حرص کرو جو تمہیں فائدہ دے اور اللہ سے مدد طلب کرو اور ہمت نہ ہارو اور اگر تمہیں کچھ (نقصان) پہنچ جائے تو یہ مت کہو کہ اگر میں ایسا کر لیتا تو ایسا ہو جاتا۔ البتہ یہ کہو کہ اللہ کی تقدیر یہی تھی اور جو اس نے چاہا کیا کیوں کہ 'اگر' کا لفظ (کلمہ) لو) شیطان کے کام کا دروازہ کھول دیتا ہے۔"

رضائے حق پہ راضی رہ یہ حرفِ آرزو کیسا  
خدا خالق، خدا مالک، خدا کا حکم تو کیسا

- تسلیم و رضا کی کیفیت کا مولانا محمد علی جوہر کے ان اشعار میں کیا خوب اظہار ہے جو انھوں نے اپنی بیٹی کے نام جیل سے لکھے تھے جب وہ ٹی بی کے مرض میں مبتلا تھی:

میں ہوں مجبور پر اللہ تو مجبور نہیں تجھ سے میں دور سہی وہ تو مگر دور نہیں  
امتحان سخت سہی پر دلِ مومن ہی وہ کیا جوہر اک حال میں امید سے مامور نہیں  
تیری صحت ہمیں مطلوب ہے لیکن اُس کو نہیں منظور تو پھر ہم کو بھی منظور نہیں

- اس آیت میں کسی صدمہ پر فوری اور غیر اختیاری تاثر کی نفی نہیں بلکہ اُس مستقل تاثر کی نفی ہے جس سے زبان پر شکوہ اور دل میں رب سے بدگمانی کا شائبہ پیدا ہوتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی آنکھوں سے اپنے صاحب زادے سیدنا ابراہیم کو نزع کے عالم میں دیکھ کر بے اختیار آنسو نکل آئے لیکن آپ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ الْعَيْنَ تَدْمَعُ وَالْقَلْبَ يَحْزَنُ وَلَا نَقُولُ إِلَّا مَا يَرْضَى رَبُّنَا ۝۱

"آنکھ آنسو بہاتی ہے، دل مغموم ہے لیکن زبان سے ہم وہی کہیں گے جو ہمارے رب کو پسند ہے۔"

- "وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ" کا تعلق مسئلہ تقدیر (جو در حقیقت اللہ کی قدرتِ کاملہ پر ایمان رکھنے کا نام ہے) سے ہے جس کے دو اجزاء ہیں:

1. کائنات میں ہر کام اللہ ہی کے اذن سے ہوتا ہے۔

2. کائنات میں ہونے والے ہر کام کا اللہ کو پہلے ہی سے علم ہے۔

- راضی برضائے رب ہونا بندہ مومن کی صفت ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ:

1. ماضی سے سبق حاصل نہ کیا جائے۔

2. مجرموں کو سزا نہ دی جائے۔

3. ظلم و استحصا کو تقدیر سمجھ کر اُن کے خلاف علم جہاد بلند نہ کیا جائے۔

4. ظالموں سے بدلہ نہ لیا جائے۔

(۱) صحیح البخاری، کتاب الجنایہ، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم إنا بک لمخزونون و صحیح مسلم،

کتاب الفضائل، باب رحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم الصبیان و العیال و تواضعہ، عن انس بن مالک

## آیت 12

بندہ مومن کے ہاتھ سے صادر ہونے والے اعمال کا نقشہ

وَاطِيعُوا اللَّهَ... اور اطاعت کرو اللہ کی... وَاطِيعُوا الرَّسُولَ... اور اطاعت کرو رسول کی  
... فَإِن تَوَلَّيْتُمْ... اگر تم منہ پھیر لو گے... فَإِنَّمَا عَلَى رَسُولِنَا الْبَلَّغُ الْمُبِينُ ﴿۱۱﴾ تو ہمارے  
رسول کے ذمے تو پیغام کا کھول کھول کر پہنچا دینا ہی ہے۔

- بندہ مومن کا ہر ارادی فعل اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کے سانچے میں ڈھلا ہوتا ہے۔
- اطاعت کے معنی ہیں کسی کی بات غور سے سننا، اُس کو اہمیت دینا یا اُس کو مان کر عمل کرنا۔ یہ ایک جامع لفظ ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے تمام احکامات یعنی اوامر و نواہی (Do's & Dont's) پر عمل کو ظاہر کرتا ہے۔
- قرآن حکیم میں 11 بار اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔ اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت ایک وحدت ہے:

مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ (النساء: 80)

"جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی اسی نے اللہ کی اطاعت کی۔"

اطاعت اصلاً اللہ کی لیکن عملاً رسول ﷺ کی ہوتی ہے کیوں کہ وہی اللہ کے نمائندے اور انسانوں کے لیے کامل نمونہ ہوتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

مَنْ أَطَاعَنِي فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ عَصَى اللَّهَ وَمَنْ أَطَاعَ أَمِيرِي

فَقَدْ أَطَاعَنِي وَمَنْ عَصَى أَمِيرِي فَقَدْ عَصَانِي (۱)

"جس نے میری اطاعت کی اُس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اُس نے

اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے میرے (مقرر کردہ) امیر کی اطاعت کی اُس نے میری اطاعت

کی اور جس نے میرے (مقرر کردہ) امیر کی نافرمانی کی اُس نے میری نافرمانی کی۔"

ایک متفق علیہ روایت میں میرے (مقرر کردہ) امیر کے بجائے صرف امیر کے الفاظ آئے ہیں (۲)۔

(۱) صحیح البخاری، کتاب الأخکام، باب قول الله تعالى واطيعوا الله واطيعوا الرسول وأولي الأمر منكم، عن أبي هريرة

(۲) صحیح البخاری، کتاب الجهاد والسير، باب يُقاتل من وراء الإمام ويُنقَى به و صحیح مسلم، کتاب

الإمارة، باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية وتخريرها في المعصية، عن أبي هريرة

• اطاعتِ رسول ﷺ کی اہمیت:

1. اطاعتِ رسول ﷺ ایمانِ حقیقی کی نمایاں ترین ظاہری علامت ہے:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ  
حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴿٦٥﴾ (النساء: 4: 65)

"پس نہیں قسم ہے آپ ﷺ کے رب کی! یہ لوگ مومن نہیں ہیں جب تک اپنے  
تنازعات میں آپ ﷺ کو منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ آپ ﷺ کر دیں اُس سے  
اپنے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اُس کو خوشی سے مان لیں۔"

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا لِمُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَىٰ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ  
الْخَيْرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ۗ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا ﴿٣٦﴾

(الاحزاب: 33: 36)

"اور جائز نہیں کسی مومن مرد اور عورت کے لیے کہ جب اللہ اور اس کے  
رسول ﷺ کوئی فیصلہ فرمادیں تو وہ اس کام میں اپنا بھی کچھ اختیار سمجھیں اور جو  
کوئی اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرے وہ واضح طور پر گمراہ ہو گیا۔"

ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ يَكُونَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهِ (۱)

"تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کی خواہش نفس اس  
شریعت کے تابع نہ ہو جائے جو میں لایا ہوں۔"

2. جنت میں داخلہ کے لیے اطاعتِ رسول ﷺ لازم ہے۔ حدیثِ مبارکہ ہے:

كُلُّ أُمَّتِي يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَن أَبَىٰ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَنْ يَأْبَىٰ قَالَ  
مَنْ أَطَاعَنِي دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ أَبَىٰ (۲)

"میرا ہر امتی جنت میں داخل ہو گا سوائے اُس کے جس نے انکار کیا۔ پوچھا گیا کون  
ہے جس نے انکار کیا؟ فرمایا جس نے میری اطاعت کی جنت میں داخل ہو گیا اور جس

(۱) شرح السنۃ، کتاب الإیمان، باب رد البدع والأهواء عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص

(۲) صحیح البخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب الإقتداء بسنن رسول اللہ ﷺ، عن ابی ہریرۃ

نے میری نافرمانی کی اُس نے انکار کیا۔"

3. اطاعتِ رسول ﷺ سے گریز نفاق کی علامت ہے۔ سورۃ النساء<sup>4</sup> میں بیان کیا گیا ہے کہ تین امور منافقین پر بہت گراں تھے۔ ہجرت، قتال فی سبیل اللہ اور نبی اکرم ﷺ کی شخصی اطاعت۔ یہی وجہ ہے کہ اطاعتِ رسول ﷺ پر سب سے زیادہ تاکید آیات سورۃ النساء<sup>4</sup> میں آئی ہیں:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَ أَطِيعُوا الرَّسُولَ وَ أُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَ الرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَ الْيَوْمِ  
الْآخِرِ ۚ ذَلِكَ خَيْرٌ وَ أَحْسَنُ تَأْوِيلًا ﴿٥٩﴾ (النساء: 4: 59)

"مومنو! اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرو اور جو تم میں سے صاحبِ اختیار ہیں اُن کی بھی اور اگر کسی بات میں تم میں اختلاف واقع ہو تو اگر اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اُس میں اللہ اور اُس کے رسول (کے حکم) کی طرف رجوع کرو یہ بہت اچھی بات ہے اور اس کا انجام بھی اچھا ہے۔"

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رُسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ (النساء: 4: 64)

"اور ہم نے کسی رسول کو نہیں بھیجا مگر اس لیے کہ اللہ کے حکم سے اُس کی اطاعت کی جائے۔"

وَ مَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَ الرَّسُولَ فَأُولَئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَ  
الصِّدِّيقِينَ وَ الشُّهَدَاءِ وَ الصَّالِحِينَ ۚ وَ حَسَنَ أَوْلَئِكَ رَفِيقًا ﴿٦٩﴾ (النساء: 4: 69)

"اور جو لوگ اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتے ہیں وہ (قیامت کے روز) اُن لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے بڑا فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ اور ان لوگوں کی رفاقت بہت ہی خوب ہے۔"

سورۃ النساء<sup>4</sup> میں رسول ﷺ کی نافرمانی پر شدید وعیدیں بھی بیان کی گئی ہیں:

يَوْمَئِذٍ يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَ عَصَوْا الرَّسُولَ لَوْ تُسَوَّىٰ بِهِمُ الْأَرْضُ ۚ وَ لَا يَكْتُمُونَ  
اللَّهُ حَدِيثًا ﴿٤٢﴾ (النساء: 4: 42)

"اُس روز کافر اور رسول ﷺ کے نافرمان آرزو کریں گے کہ کاش اُن کو زمین میں دفن کر کے مٹی برابر کر دی جاتی اور اللہ سے کوئی بات چھپا نہیں سکیں گے۔"

وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ

نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصَلِّهِ جَهَنَّمَ ۗ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ﴿١١٥﴾ (النساء: 4: 115)

"اور جو شخص سیدھا رستہ معلوم ہونے کے بعد رسول ﷺ کی مخالفت کرے اور مومنوں کے رستے کے سوا اور رستے پر چلے تو جدھر وہ چلتا ہے ہم اُسے اُدھر ہی چلنے دیں گے اور (روزِ قیامت) جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بُری جگہ ہے۔"

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَإِلَىٰ الرَّسُولِ رَأَيْتَ الْمُنَافِقِينَ يُصَدُّونَ

عَنْكَ صُدُودًا ﴿٦١﴾ (النساء: 4: 61)

"اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اس حکم کی طرف جو اللہ نے نازل فرمایا ہے اور آؤ رسول ﷺ کی طرف تو آپ ﷺ منافقوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ آپ ﷺ سے اعراض کرتے اور رُکے جاتے ہیں۔"

موجودہ دور میں اطاعت رسول ﷺ سے فرار کا نتیجہ، انکارِ سنت کے فتنہ کی شکل میں ظاہر ہوا۔ سورۃ النساء<sup>4</sup> کی مذکورہ بالا آیت 61 منافقین کے بارے میں ہے لیکن اس کا کامل اطلاق منکرینِ سنت پر بھی ہوتا ہے۔ وہ بھی قرآن کی طرف آنے کو تیار ہیں لیکن سنت پر عمل سے گریز کرتے ہیں۔ اس فتنہ کا اندیشہ نبی اکرم ﷺ نے مندرجہ ذیل احادیث میں ظاہر کیا تھا:

أَلَا إِنِّي أُوتِيتُ الْكِتَابَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ، أَلَا يُوشِكُ رَجُلٌ شَبَعَانٌ عَلَىٰ أَرِيكَتِهِ يَقُولُ: عَلَيْكُمْ بِهَذَا الْقُرْآنِ؛ فَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَلَالٍ فَأَحِلُّوهُ وَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوهُ<sup>(1)</sup>

"سن لو مجھے قرآن دیا گیا ہے اور اسی کی مانند ایک اور شے۔ اس بات کا اندیشہ ہے کہ ایک پیٹ بھرا شخص اپنی آرام دہ مسند پر بیٹھ کر کہے کہ تم پر صرف قرآن کے حکم کی پابندی لازم ہے، جس شے کو اس میں حلال پاؤ اسے حلال سمجھو اور جس شے کو اس میں حرام پاؤ اسے حرام سمجھو۔"

لَا الْفَيْنَ أَحَدَكُمْ مُتَّكِنًا عَلَىٰ أَرِيكَتِهِ يَأْتِيهِ الْأَمْرُ مِنْ أَمْرِي مِمَّا أَمَرْتُ بِهِ

**أَوْ نَهَيْتُ عَنْهُ فَيَقُولُ لَا نَذْرِي، مَا وَجَدْنَا فِي كِتَابِ اللَّهِ اتَّبَعْنَا<sup>(۱)</sup>**

"ایسا نہ ہو کہ میں تم میں سے کسی کو پاؤں کہ وہ بیٹھا ہوا ہو اپنی آرام دہ مسند پر اور اُس کے پاس آئے کوئی حکم میرے احکامات میں سے جس میں، میں نے کسی بات کے کرنے کا کہا ہو یا کسی بات سے روکا ہو اور وہ کہے میں نہیں جانتا۔ ہم تو اسی بات کو مانیں گے جسے قرآن میں پائیں گے۔"

نوٹ: رسول ﷺ کا حکم قرآن کے کسی حکم کو منسوخ نہیں کرتا البتہ اس کی وضاحت، اُس میں اضافہ یا اُس کو کسی خاص صورتِ حال کے لیے مخصوص کر سکتا ہے۔

• سورۃ النساء<sup>4</sup> کی آیت 59 میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے ساتھ اولوالامر کی اطاعت کا حکم بھی آیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

**أَطِيعُوا اللَّهَ وَ أَطِيعُوا الرَّسُولَ وَ أُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ**

"اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول ﷺ کی اور اُن کی جو تم میں سے صاحبِ اختیار ہوں۔"

اس آیت میں **أَطِيعُوا** کے الفاظ اللہ اور رسول ﷺ کے ساتھ آئے ہیں، **أُولِي الْأَمْرِ** کے ساتھ نہیں۔ گویا مطلق اطاعت صرف اللہ اور رسول ﷺ کی ہے اور اولوالامر کی اطاعت اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کے تابع ہے۔ حدیثِ مبارکہ ہے:

**لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي عِبَادَةِ الْخَالِقِ<sup>(۲)</sup>**

"مخلوقات میں سے کسی کی اطاعت جائز نہیں اگر اس سے خالق کی نافرمانی ہوتی ہو۔"

• نبی اکرم ﷺ کے وصال کے بعد آپ ﷺ کی مکمل اطاعت کے لیے خلافت کے ادارے کا قیام ضروری ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں، آپ ﷺ کی اطاعت چار امور میں ہوتی تھی:

(۱) سنن ابی داؤد، کتاب السنۃ، باب فی لزوم السنۃ، عن ابی رافع

(۲) المعجم الکبیر للطبرانی، باب 4، رقم 14795 عن عمران بن حصین و سنن الترمذی، کتاب الجہاد عن

رسول اللہ ﷺ، باب ما جاء لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق

1. عبادات 2. معاملات

3. حق و باطل کی کشمکش کے دوران 4. باہمی نزاعات کے فیصلوں میں

آج صرف عبادات و معاملات میں اطاعتِ رسول ﷺ ممکن ہے۔ نظامِ خلافت کے دوران خلیفہ، رسول ﷺ کے نائب تھے اور آخری دو امور میں اُن کی اطاعت، اطاعتِ رسول ﷺ کے قائم مقام تھی۔ یہی وجہ ہے کہ سورۃ النور<sup>24</sup> آیت 55 میں اللہ نے مسلمانوں سے خلافت عطا کرنے کا وعدہ فرمایا ہے لیکن اس سے قبل آیت 54 اور اس کے بعد آیت 56 میں اطاعتِ رسول ﷺ کا تذکرہ ہے:

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَ أَطِيعُوا الرَّسُولَ فَإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَا حُمِّلْتُمْ وَإِن تُطِيعُوا تَهْتَدُوا وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلْغُ الْمُبِينُ ﴿٥٥﴾ وَعَدَّ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّن بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا وَمَن كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ﴿٥٦﴾ وَ أَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَ آتُوا الزَّكَاةَ وَ أَطِيعُوا الرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿٥٤﴾ (النور: 54-56)

"کہہ دیجئے کہ اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول ﷺ کی۔ اگر تم منہ موڑو گے تو رسول ﷺ پر (اس چیز کا ادا کرنا) ہے جو اُن کے ذمے ہے اور تم پر (اس چیز کا ادا کرنا) ہے جو تمہارے ذمے ہے اور اگر تم اُن کے فرمان پر چلو گے تو سیدھا راستہ پاؤ گے اور رسول ﷺ کے ذمے تو صاف صاف (احکامِ الہی کا) پہنچا دینا ہے۔ جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے اُن سے اللہ کا وعدہ ہے کہ اُن کو زمین میں خلافت عطا فرمائے گا جیسا کہ اُن سے پہلے لوگوں کو خلافت عطا کی تھی اور اُن کے دین کو جسے اُس نے اُن کیلئے پسند کیا ہے غالب فرمادے گا اور خوف کے بعد اُن کو امن بخشے گا، وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی اور کو شریک نہ بنائیں گے اور جو اس کے بعد ناشکری کرے تو ایسے لوگ بد کردار ہیں اور نماز پڑھتے رہو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور رسول ﷺ کی اطاعت کرتے رہو تاکہ تم پر رحمت کی جائے۔"

لہذا ہمارے لیے ضروری ہے کہ خلافت کے ادارے کے قیام کے لیے جدوجہد کریں تاکہ اطاعت رسول ﷺ کے ضمن میں جو کمی ہے اس کے لیے روز قیامت رب کے حضور عذر پیش کر سکیں۔

● **فَأَنصِرْ إِلَىٰ رَسُولِنَا الْبَلَّغُ الْمُبِينُ** سے مراد ہے کہ اگر تم نے اطاعت نہ کی تو اللہ کی خدائی میں کوئی کمی واقع نہ ہوگی اور رسول اللہ ﷺ کی ذمہ داری صرف اور صرف واضح طور پر حق کو پہنچانا ہے۔ آیت کے اس حصہ میں ہر داعی کے لیے رہنمائی ہے کہ اُس کا کام صرف دعوتِ حق پہنچانا ہے منوانا نہیں۔

**وَقُلِ الْحَقُّ مِن رَّبِّكُمْ ۖ فَمَن شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَ مَن شَاءَ فَلْيُكْفُرْ (الکھف: 18)**

"اور کہہ دو کہ (لوگو!) یہ قرآن تمہارے رب کی طرف سے برحق ہے تو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کافر رہے۔"

مندرجہ بالا حقیقت پیش نظر نہ ہو تو بعض اوقات داعی بات کو منوانے کے لیے مکمل حق بیان نہیں کرتا یا اپنے اصولوں کو توڑتا ہے۔

### آیت 13

بندۂ مومن کا اسباب کے بارے میں طرزِ فکر

**اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۖ... اللَّهُ (معبود برحق ہے اُس) کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں... وَعَلَىٰ اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ** اور مومنوں کو چاہیے کہ اللہ ہی پر بھروسہ کریں۔

● **اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ** کلمہ توحید ہے اور توحید کا لب لباب ہے اپنے معاملات اللہ کے حوالے کر کے اسی کو وکیل بنالینا یعنی اسی پر توکل و اعتماد کرنا:

**وَآتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَجَعَلْنَاهُ هُدًى لِّبَنِي إِسْرَائِيلَ ۖ أَلَّا تَتَّخِذُوا مِن دُونِي وَكِيلاً ۝**

(بنی اسرائیل 17: 2)

"اور ہم نے موسیٰ کو کتاب عنایت کی تھی اور اُسے بنی اسرائیل کے لیے ہدایت بنایا کہ میرے سوا کسی کو وکیل نہ بنانا۔"

● بندۂ مومن کی تمام امیدیں اور توقعات اللہ ہی سے وابستہ ہوتی ہیں اور اُس کا بھروسہ اپنی محنت، ذہانت، منصوبہ بندی، فراہم کردہ اسباب اور مخلوقات پر نہیں بلکہ اللہ پر ہوتا ہے، کیوں کہ وہ یقین

رکھتا ہے کہ:

1. کائنات میں فاعل حقیقی اللہ ہے۔ بندہ کسی کام کا ارادہ کرتا ہے لیکن وہ کام ہو نہیں سکتا جب تک اللہ کا اذن نہ ہو۔ انسان کا سب اعمال ہے لیکن خالق اعمال اللہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ** اور اللہ نے بنایا تمہیں اور اُس عمل کو بھی جو تم کرتے ہو۔ (الصّٰفّٰت 37: 96)
2. کائنات میں مؤثر حقیقی اللہ ہے۔ اشیاء میں تاثیر اُسی نے رکھی ہے اور جب چاہے اس تاثیر کو ختم بھی کر سکتا ہے۔
3. اسباب اللہ کے پابند ہیں لیکن اللہ اسباب کا پابند نہیں ہے۔ وہ اسباب کے بغیر بھی جو چاہے کر سکتا ہے۔

• حسب ذیل آیات میں توکل کی اعلیٰ ترین مثالیں بیان کی گئی ہیں:

**اِلَّا تَنْصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثٰنِيْ اٰثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصٰحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (التوبة: 40)**

"اگر تم رسول ﷺ کی مدد نہ کرو گے تو اللہ ان ﷺ کا مددگار ہے (وہ وقت تمہیں یاد ہوگا) جب انہیں کافروں نے شہر سے نکال دیا اور وہ دو (حضرت ابو بکر صدیق اور خود رسول اللہ ﷺ) میں سے ایک تھے، جب وہ دونوں غار (ثور) میں تھے اس وقت رسول ﷺ اپنے رفیق کو تسلی دیتے تھے کہ غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔"

**فَلَمَّا تَرٰآءِ الْجَمْعِيْنَ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰى اِنَّا لَمُدْرِكُوْنَ ۗ قَالَ كَلٰٓءَ اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ (الشعراء: 26: 61-62)**

"جب دونوں جماعتیں (فرعون کا لشکر اور بنو اسرائیل) آمنے سامنے ہوئیں تو موسیٰ کے ساتھی کہنے لگے کہ ہم تو پکڑ لیے گئے۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ ہرگز نہیں میرا رب میرے ساتھ ہے وہ مجھے رستہ بتائے گا۔"

• توکل کے ذریعہ انسان ایک مضبوط سہارا تھا م لیتا ہے:

**وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهُ (الطلاق: 65: 3)**

"اور جو اللہ پر بھروسہ رکھے گا تو اللہ اُس کے لیے کافی ہے۔"

الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ ﴿١٧٣﴾ (آل عمران 3: 173)

"(جب) اُن سے لوگوں نے آکر بیان کیا کہ کفار نے تمہارے (مقابلے کے) لیے (الشکرِ کثیر) جمع کیا ہے، اُن سے ڈرو تو اُن کا ایمان اور زیادہ ہو گیا اور کہنے لگے کہ ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز ہے۔"

کیا ڈر ہے جو ہوساری خدائی بھی مخالف

کافی ہے اگر ایک خدا میرے لیے ہے

● حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو نبی اکرم ﷺ نے تاکید فرمائی:

إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللَّهَ وَإِذَا اسْتَعْنَيْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللَّهِ وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلَىٰ أَنْ يَنْفَعُوكَ بِشَيْءٍ لَّمْ يَنْفَعُوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللَّهُ لَكَ وَلَوْ اجْتَمَعُوا عَلَىٰ أَنْ يَضُرُّوكَ بِشَيْءٍ لَّمْ يَضُرُّوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللَّهُ عَلَيْكَ رُفِعَتِ الْأَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ <sup>(١)</sup>

"جب تو سوال کر تو صرف اللہ سے سوال کر، جب تو مدد چاہے تو اللہ ہی سے مدد طلب کر اور یہ بات جان لے کہ اگر سب لوگ جمع ہو کر تجھے فائدہ پہنچانا چاہیں تو نہیں پہنچا سکتے مگر وہی جو اللہ نے طے کر دیا اور اگر وہ جمع ہو کر تجھے نقصان پہنچانا چاہیں تو نہیں پہنچا سکتے مگر وہی جو اللہ نے طے کر دیا۔ قلم اٹھائے جا چکے ہیں اور صحیفے خشک ہو چکے ہیں۔"

● توکل کا مطلب یہ نہیں ہے کہ:

1. محنت نہ کی جائے۔
2. اسباب فراہم نہ کیے جائیں۔
3. بغیر اسباب فراہم کیے اللہ کو آزمایا جائے۔
4. حق و باطل کی کشمکش میں فیصلے اسباب کے اعتبار سے نہ کیے جائیں۔

توکل کے معنی ہیں اسباب فراہم کیے جائیں لیکن بھروسہ اسباب پر نہیں مسبب الاسباب پر کیا جائے۔ (اونٹ کو باندھو پھر توکل کرو)

(١) سنن الترمذی، کتاب صِفَةِ الْقِيَامَةِ وَالرَّقَابِ وَالْوَزَعِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، بَاب مَا جَاءَ فِي صِفَةِ أَوَائِي الْحَوْصِ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ

## آیت 14

بندۂ مومن کا بیوی اور اولاد کے ساتھ رویہ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا... اے وہ لوگو جو ایمان لائے... إِنَّ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ وَأَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا

لَكُمْ... بلاشبہ تمہاری بیویوں اور اولاد میں سے بعض تمہارے دشمن ہیں... فَأَحْذَرُوهُمْ

... سو ان سے ہوشیار رہو... وَإِنْ تَعَفَّوْا... اور اگر تم معاف کرتے رہو... وَتَصَفَّحُوا... اور

چشم پوشی کرتے رہو... وَتَغْفِرُوا... اور درگزر کرتے رہو... فَإِنَّ اللَّهَ عَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿١٤﴾ تو بے

شک اللہ بھی درگزر فرمانے والا مہربان ہے۔

• تمام رشتوں میں سب سے زیادہ محبت بیویوں اور اولاد سے ہوتی ہے:

زَيْنَ لِلنَّائِسِ حُبِّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ

وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذَلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاللَّهُ

عِنْدَهُ حُسْنُ الْمَاٰبِ ﴿١٤﴾ (آل عمران 3: 14)

"لوگوں کے لیے محبوب کر دی گئی ہیں خواہشات کی محبت یعنی عورتیں، بیٹے، سونے اور

چاندی کے بڑے بڑے ڈھیر، نشان لگے گھوڑے، مویشی اور کھیتیاں۔ (مگر) یہ سب دنیاہی

کی زندگی کے سامان ہیں اور اللہ کے پاس بہت اچھا ٹھکانہ ہے۔"

یہ جہلی محبتیں ہیں جن کا حد سے بڑھنا انسان کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کے راستہ

پر ڈال دیتا ہے۔ بیویوں اور اولاد کی جائز ضروریات و خواہشات پوری کرنا فرض ہے لیکن

ضرورت اس بات کی ہے کہ انسان ہر دم چوکنا رہے کہ اس کے لیے کوئی خلاف شرع کام نہ کر

بیٹھے۔ ایسا نہ ہو کہ دوسروں کی دنیا سنوارنے کے لیے انسان کی اپنی عاقبت خراب ہو جائے۔

• بیویاں اور اولاد اکثر انسانوں کے معبود بن جاتے ہیں اور وہ ان کی خاطر احکاماتِ خداوندی کو پامال

کر دیتے ہیں لیکن سوچنا چاہیے کہ یہ تمام رشتے صرف دنیا کی حد تک ہیں اور روزِ قیامت اللہ کی

نافرمانی کرنے والے رشتہ دار اور احباب ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے۔ سورة

العنکبوت<sup>29</sup> آیت 25 میں ابراہیم علیہ السلام شرک کرنے کا سبب دنیوی محبتوں کو قرار دیتے ہیں:

وَقَالَ إِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّن دُونِ اللَّهِ أَوْثَانًا مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ثُمَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُم بِبَعْضٍ وَ يَلْعَنُ بَعْضُكُم بَعْضًا وَ مَا وَلَكُم مِّن نَّاصِرِينَ ﴿٢٩﴾ (العنكبوت: 25)

"اور ابراہیمؑ نے کہا کہ تم نے جو اللہ کے سوا بتوں کو معبود بنا لیا ہے تو یہ دنیا کی زندگی میں باہم محبت کی وجہ سے ہے (مگر) پھر قیامت کے دن تم ایک دوسرے (کی دوستی) سے انکار کرو گے اور ایک دوسرے پر لعنت بھیجو گے اور تمہارا ٹھکانہ دوزخ ہو گا اور کوئی تمہارا مددگار نہ ہو گا۔"

یہ مضمون قرآن حکیم میں دیگر مقامات پر بھی آیا ہے:

الْأَخْلَاءِ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا الْمُتَّقِينَ ﴿٤٣﴾ (الزخرف: 43)

"(جو آپس میں) دوست (ہیں) اُس روز ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر تقویٰ اختیار کرنے والے (کہ باہم دوست ہی رہیں گے)۔"

يَوْمَ تَكُونُ السَّمَاءُ كَالْهَيْلِ ﴿١﴾ وَ تَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ﴿٢﴾ وَ لَا يَسْأَلُ حَيْمًا حَيْمًا ﴿٣﴾ يُبْصِرُونَهُمْ ۗ يُؤَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِي مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍ بِبَنِيهِ ﴿٤﴾ وَ صَاحِبَتِهِ وَ أَخِيهِ ﴿٥﴾ وَ فَصِيلَتِهِ الَّتِي تُؤَيِّسُ ﴿٦﴾ وَ مَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ يُنْجِيهِ ﴿٧﴾

(المعارج: 70-8-14)

"جس دن آسمان ایسا ہو جائے گا جیسے پگھلا ہوا تانبا۔ اور پہاڑ (ایسے) جیسے (دھکی ہوئی) رنگین اون۔ اور کوئی دوست کسی دوست کو نہ پوچھے گا، (حالانکہ) وہ ایک دوسرے کو دکھادیے جائیں گے۔ (اُس روز) مجرم خواہش کرے گا کہ کسی طرح اُس دن کے عذاب کے بدلے میں (سب) کچھ کویدے یعنی اپنا بیٹا، اور اپنی بیوی اور اپنا بھائی اور اپنا خاندان جس میں وہ رہتا تھا اور جتنے لوگ زمین میں ہیں (غرض) سب (کچھ دیدے) اور اپنے آپ کو عذاب سے چھڑالے۔"

يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ﴿١﴾ وَ أُمِّهِ وَ أَبِيهِ ﴿٢﴾ وَ صَاحِبَتِهِ وَ بَنِيهِ ﴿٣﴾ لِخَلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَانٌ يُغْنِيهِ ﴿٤﴾ (عبس: 80-34-37)

"اُس دن انسان اپنے بھائی سے دُور بھاگے گا اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی سے اور اپنے بیٹے سے۔ ہر شخص اُس روز ایک ایسی فکر میں ہو گا جو اُسے دوسروں سے غافل کر دے گی۔"

• إِنَّ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ وَ أَوْلَادِكُمْ مِّن لِّفْظٍ مِّنْ ظَاهِرٍ كَرْتَا هِيَ كَمَا تَمَامُ بَيُوتِهَا وَ أَوْلَادُ دُشْمَانِ نَهَيْتُمْ هِيَ۔

- صالح بیوی کو حدیث میں "خَيْرُ الْمَتَاعِ" (قراردیا گیا ہے اور صالح اولاد "صدقہ جاریہ" ہے۔
- آیت کے دوسرے حصہ میں توازن کے لیے تین مترادف الفاظ (تَعْفُوا وَتَصْفَحُوا وَتَغْفِرُوا) استعمال کیے گئے تاکہ لفظ "عَدُوًّا" کی سختی کو Balance کیا جاسکے۔ عَفُو کے معنی ہیں ڈھیل دینا (أَغْفُوا اللَّحَى<sup>(۲)</sup>) "داڑھی بڑھاؤ"، صَفْحُ کے معنی ہیں نظر انداز کرنا اور غَفْرُ کے معنی چھپانا یا ڈھانپ لینا۔ مراد یہ ہے کہ گھر میں بڑی حکمت سے اصلاح کی کوشش کرتے رہو اور اسے میدانِ جنگ نہ بناؤ۔ ہر بات پر ٹوکنا نہ کرو بلکہ عفو و درگزر سے کام لیتے رہو کیوں کہ اللہ بھی معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔ تم خود بھی طلب گار ہو کہ اللہ تمہیں معاف کر دے:
- وَلِيَعْفُوا وَيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ (النور: ۲۴: ۲۲)
- "اُن کو چاہیے کہ معاف کر دیں اور درگزر کریں، کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہیں بخش دے"۔

- اہل خانہ کی تربیت ایک تھانہ دار کی نہیں بلکہ ہمدرد کی حیثیت سے اور نرمی و سختی کے متوازن امتزاج کے ساتھ کرنی ہوگی۔ انسان بذاتِ خود شریعت کی پابندی کے حوالے سے چوکنا ہے لیکن اہل خانہ کی سوچ کو دینی بنانے کے لیے حکمت کے ساتھ اُن کی ذہن سازی کرتا رہے۔ حضرت عیسیٰ عَلَيْهِ السَّلَام کا قول ہے: "سانپ کی مانند ہوشیار اور فاختہ کی مانند بے ضرر بنو"۔<sup>(۳)</sup>

## آیت 15

بندۂ مومن کا مال اور اولاد کے بارے میں نقطہ نظر

إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ... بے شک تمہارے مال اور تمہاری اولاد تو آزمائش کا ذریعہ ہیں... وَاللَّهُ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿۱۵﴾ اور اللہ کے ہاں شاندار بدلہ ہے۔

(۱) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ "الْتُنْيَا مَتَاعٌ وَ خَيْرُ مَتَاعِ التُّنْيَا الْمَرْءَةُ الصَّالِحَةُ" (صحیح مسلم، کتاب الرضا، باب خیر متاع الدنیا، المرءة الصالحة)

(۲) صحیح البخاری، کتاب اللیاحی، باب إعفاء اللیاحی، عَنْ ابْنِ عُمَرَ

(۳) Matthew, Chapter: 10, Verse: 16

- مال اور اولاد کے بارے میں نقطہ نظر اور خاص طور پر اولاد کے بارے میں منصوبہ بندی سے انسان کی اصل شخصیت ظاہر ہو جاتی ہے۔ ایک عام انسان مال اور اولاد کو Asset یعنی سرمایہ سمجھتا ہے لیکن بندہ مومن انہیں Liabilities یعنی ایسی امانتیں سمجھتا ہے جن کے بارے میں باز پرس ہوگی اور وہ انہیں ایک ذریعہ آزمائش تصور کرتا ہے۔ ان ہی کی خاطر صلاحیتیں لگا کر اللہ کو ناراض بھی کیا جاسکتا ہے اور انہیں کو صدقہ جاریہ بنا کر اللہ کو راضی بھی کیا جاسکتا ہے۔
- مال و دولت کو نہ بڑھاپے کا سہارا سمجھنا چاہیے اور نہ ان سے امید لگانی چاہیے۔ اُمید اللہ سے اور اسی کی توفیق سے انجام دیئے گئے اعمالِ صالحہ سے لگانی چاہیے :

الْمَالُ وَالْبَنُونَ زِينَةُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَالْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَخَيْرٌ

أَمَلًا ﴿انکھف 18: 46﴾

"مال اور بیٹے تو دنیا کی زندگی کی (رونق و) زینت ہیں اور باقی رہنے والی نیکیاں ہیں جو بہتر ہیں

تمہارے رب کے نزدیک ثواب کے لحاظ سے اور امید لگانے کے اعتبار سے"

اللہ کے در کے سوا ہر شے سے مایوسی کا امکان ہے۔ ہماری محنتوں کا سب سے بہترین بدلہ اللہ ہی کے پاس ہے۔

## آیت 16

ایمان کے تقاضے ادا کرنے کی دعوت

فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ... سو جہاں تک ممکن ہو سکے اللہ کی نافرمانی سے بچو... **وَأَسْمَعُوا**

**أَطِيعُوا**... اور (اس کے احکامات) سنو اور مانو... **وَأَنْفِقُوا خَيْرًا إِلَّا نَفْسِكُمْ**... اور (اس کی راہ

میں) خرچ کرو (یہ) بہتر ہے تمہارے حق میں... **وَمَنْ يُوقِ شُحَّ نَفْسِهِ**... اور جو شخص جی کے

لاچ سے بچالیا گیا... **فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ** ﴿تو ایسے ہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔

- اس آیت سمیت قرآن حکیم میں چار آیات ہیں جن میں چار چار باتوں کا حکم دے کر فلاح کی نوید دی گئی ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿

(آل عمران 3: 200)

"اے اہل ایمان! ڈٹے رہو، استقامت میں کفار کا مقابلہ کرو، آپس میں مربوط رہو اور اللہ

کی نافرمانی سے بچو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔"

فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَ عَزَّوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَ اتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْ اُنزِلَ مَعَهُ اُولَئِكَ هُمُ

الْمُفْلِحُوْنَ ﴿١٥٧﴾ (الاعراف: 157)

"وہ جو (محمد ﷺ) پر ایمان لائے اور ان کی تعظیم کی اور ان کی مدد کی اور جو نور (یعنی قرآن)

ان کے ساتھ نازل کیا گیا اس کی پیروی کی وہی کامیاب ہونے والے ہیں۔"

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ارْكَعُوا وَاسْجُدُوا وَاعْبُدُوا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٧٧﴾

(الحج: 22: 77)

"مومنو! رکوع کرو اور سجدہ کرو، اور اپنے رب کی عبادت کرو اور بھلائی کے کام کرو تاکہ تم

کامیاب ہو جاؤ۔"

• سورة التغابن کی اس آیت میں چار اہم اصطلاحات آئی ہیں:

تقویٰ، سمع و طاعت، انفاق اور شح۔

**تقویٰ:**

• تقویٰ کے لغوی معنی ہیں بچنا۔

فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُودُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ (البقرة: 24)

"پس بچو اس آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے۔"

قِنَا کے معنی ہیں تو ہمیں بچا۔ اصطلاحی طور پر تقویٰ کے معنی ہیں اللہ کی نافرمانی سے بچنا یا اللہ کی

ناراضگی سے بچنا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سوال پر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے تقویٰ کی نہایت عمدہ

وضاحت فرمائی:

سَأَلَ عُمَرُ أَبِي بَنِ كَعْبٍ عَنِ التَّقْوَى، فَقَالَ لَهُ أَمَا سَلَكْتَ طَرِيقًا دَا شَوْكًا؟

قَالَ بَلَى، قَالَ فَمَا عَمِلْتَ؟ قَالَ شَمَّرْتُ وَاجْتَهَدْتُ، قَالَ فَذَلِكَ التَّقْوَى (1)

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تقویٰ کیا ہے؟ تو انہوں نے

دریافت کیا کہ کیا کبھی آپ ایسے کسی راستے سے گزرے ہیں جو کانٹے دار جھاڑیوں کے

درمیان ہو؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا جی ہاں۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ پھر آپ رضی اللہ عنہ کیا کرتے ہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اپنا لباس سمیٹتا ہوں اور جسم کو محفوظ رکھنے کی کوشش کرتا ہوں۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہی تقویٰ ہے۔"

تقویٰ دراصل ایک باطنی کیفیت کا نام ہے جس کی وجہ سے انسان پر ہر وقت خدا خوفی اور اخروی جواب دہی کا احساس طاری رہتا ہے۔ اسی کو قرآن حکیم میں "يَتَّقِي التَّقْوَى" کہا گیا ہے (۱)۔ قرآن حکیم میں جہاں بھی احکامات شریعت بیان کیے گئے ہیں وہاں تقویٰ پر خصوصی زور دیا گیا ہے کیوں کہ بغیر تقویٰ کے احکامات شریعت میں حیلوں کے ذریعہ چور دروازے نکال لیے جاتے ہیں۔ خاص طور پر خاندانی زندگی کی درستگی کے لیے تقویٰ لازمی ہے۔ اسی لیے سورۃ الطلاق<sup>65</sup> میں خاندانی زندگی کے حوالے سے رہنمائی کے دوران تقویٰ کے موضوع پر بڑی عظیم آیت بیان کی گئی ہیں:

وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا ۝ (الطلاق: 65: 2)

"اور جو کوئی اللہ کی نافرمانی سے بچتا ہے اللہ اُس کے لیے (مشکلات سے) بچاؤ کا راستہ نکال دیتا ہے۔"

وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مِنْ أَمْرِهِ يُسْرًا ۝ (الطلاق: 65: 4)

"اور جو کوئی اللہ کی نافرمانی سے بچتا ہے اللہ اُس کے کام میں سہولت پیدا کر دے گا۔"

وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَكْفُرْ عَنْهُ سَيِّئَاتِهِ وَيُعْظِمْ لَهُ أَجْرًا ۝ (الطلاق: 65: 5)

"اور جو کوئی اللہ کی نافرمانی سے بچتا ہے اللہ اُس کی برائیاں معاف کر دے گا اور اُسے اجر عظیم عطا فرمائے گا۔"

خاندانی زندگی میں تقویٰ کی اس اہمیت کے پیش نظر، خطبہ نکاح میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایسی آیات تلاوت فرماتے تھے جن میں تقویٰ کا ذکر ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ۝

(آل عمران: 3: 102)

"مومنو! اللہ کی نافرمانی سے ایسے بچو جیسے کہ اُس کی نافرمانی سے بچنے کا حق ہے اور تم ہر گز نہ

مرنا مگر حالتِ فرمانبرداری میں۔"

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ  
مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً ۗ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ  
عَلَيْكُمْ رَقِيبًا ۝ (النساء: 4)

"اے لوگو! اپنے رب کی نافرمانی سے بچو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا (یعنی اول) اُس  
سے اُس کا جوڑا بنایا پھر اُن دونوں سے کثرت سے مرد و عورت (پیدا کر کے روئے زمین پر)  
پھیلا دیئے اور اُس اللہ کی نافرمانی سے بچو جس کے نام سے تم سوال کرتے ہو اور رحمی رشتہ  
داروں کا پاس رکھو۔ بے شک اللہ تم پر نگران ہے۔"

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَ قُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ۗ يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ  
ذُنُوبَكُمْ ۗ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا ۝ (الاحزاب: 33: 70-71)

"مومنو! اللہ کی نافرمانی سے بچو اور بات سیدھی کہا کرو۔ وہ تمہارے اعمال درست کر دے گا  
اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور جو شخص اللہ اور اُس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گا  
تو بے شک بڑی مراد پائے گا۔"

• حدیثِ جبرائیل میں جسے "أَمْرُ السُّنَّةِ" کہا جاتا ہے، معرفتِ ربانی کے تین درجے اسلام ایمان  
اور احسان بیان کیے گئے ہیں<sup>(۱)</sup>۔ سورۃ المائدۃ<sup>۵</sup> آیت 93 کے مطابق، ان درجات کو حاصل  
کرنے کا ذریعہ تقویٰ ہے:

لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعُمُوا إِذَا مَا اتَّقَوْا وَآمَنُوا وَعَمِلُوا  
الصَّالِحَاتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَآمَنُوا ثُمَّ اتَّقَوْا وَأَحْسَنُوا ۗ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ۝ (المائدۃ: 93)

"جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے اُن پر ان چیزوں کا کچھ گناہ نہیں جو وہ  
(حرمت سے قبل ممنوع اشیاء) کھا چکے جب کہ وہ تقویٰ اختیار کر چکے پھر ایمان لائے اور  
نیک کام کیے پھر مزید تقویٰ اختیار کیا اور ایمان لائے پھر مزید تقویٰ اختیار کیا اور احسان کی  
روش اختیار کی اور اللہ تعالیٰ محسنین سے محبت کرتا ہے۔"

(۱) صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب بَيَانِ الإِيمَانِ وَالإِسْلَامِ وَالإِحْسَانِ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ

تقویٰ ہی کے ذریعہ انسان کو اللہ کی قربت نصیب ہوتی ہے:

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَىٰ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ﴿١٣﴾ (الحجرات 49: 13)

"اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ متقی ہے۔ بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا (اور) سب سے خبردار ہے۔"

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفَ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٦٣﴾ الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ﴿٦٤﴾

(یونس 62-63)

"سن رکھو کہ جو اللہ کے دوست ہیں ان کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ کسی غم سے دوچار ہوں گے۔ (یہ وہ ہیں) جو ایمان لائے اور اللہ کی نافرمانی سے بچتے رہے۔"

سورۃ آل عمران 3 آیت 102 میں فرمایا گیا: "اللہ کا تقویٰ اختیار کرو جیسا کہ اُس کا تقویٰ اختیار کرنے کا حق ہے۔" اس آیت نے صحابہ کرام **رضی اللہ عنہم** کو لرزادیا کہ کس کے لیے ممکن ہے کہ وہ اللہ کا ایسا تقویٰ اختیار کرے جیسا کہ اس کا تقویٰ اختیار کرنے کا حق ہے۔ لہذا سورۃ التغابن 64 کی یہ آیت نازل ہوئی جس میں سہولت دی گئی کہ اپنی امکانی حد تک اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ اسی حقیقت کا اظہار قرآن میں بار بار "لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا" (اللہ کسی شخص کو اُس کی وسعت سے زیادہ مکلف نہیں ٹھہراتا) کے الفاظ سے ہوتا ہے۔ سورۃ آل عمران 3 میں اصولی اور مقصود یعنی *Ideal* بات کا ذکر ہے جبکہ سورۃ التغابن 64 میں عملی یعنی *Practical* بات بیان کی گئی ہے۔ ہر انسان کی جیسی صلاحیت دنیا کے لیے لگ رہی ہے کم از کم ویسی ہی اللہ کی فرمانبرداری کے لیے بھی لگنی چاہیے۔

### سمع و طاعت:

سمع و طاعت ایک اہم دینی اصطلاح ہے جس کا بیان قرآن حکیم میں کئی مرتبہ آیا ہے۔

وَقَالُوا سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ عَفْرَانِكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ ﴿٢٨٥﴾ (البقرة 2: 285)

"وہ (اللہ سے) عرض کرتے ہیں کہ ہم نے (تیرا حکم) سنا اور قبول کیا۔ اے رب ہم تیری بخشش مانگتے ہیں اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے۔"

وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَمِيثَاقَهُ الَّذِي وَاثَقَكُمْ بِهِ إِذْ قُلْتُمْ سُبْحَانَكَ وَاطَّعْنَا

(المائدة 5: 7)

"اور اللہ نے تم پر جو احسان کیے ہیں ان کو یاد کرو اور اُس عہد کو بھی جس کے ذریعہ اُس نے

تمہیں پابند کر دیا، جب تم نے کہا کہ ہم نے (اللہ کا حکم) سن لیا اور قبول کیا۔"  
**إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ** ﴿٥١﴾ (النور: 24: 51)

"مومنوں کی تو یہ بات ہے کہ جب اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی طرف بلائے جائیں تاکہ وہ اُن میں فیصلہ کر دیں تو کہیں کہ ہم نے (حکم) سن لیا اور مان لیا اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔"

• دینِ اسلام ہمیں ہر اجتماعی ادارے میں سماع و طاعت کا نظم اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے بشرطیکہ اس سے شریعت کی خلاف ورزی نہ ہو۔ اقامتِ دین کے فرائض کی ادائیگی بغیر اجتماعیت کے ممکن نہیں اور اس اجتماعیت کے لیے بھی مخصوص، مسنون اور ماثور اساس سماع و طاعت ہی ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

**أَمْرُكُمْ بِخَمْسٍ أَلَّفَ اللَّهُ أَمْرِي بِهِنَّ بِالْجَمَاعَةِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَالْهَجْرَةِ وَالْجِهَادِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ** (1)

"میں تمہیں پانچ باتوں کا حکم دیتا ہوں جن کا اللہ نے مجھے حکم دیا ہے۔ جماعت اختیار کرو، سنو، اطاعت کرو، ہجرت کرو اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔"

• نظامِ خلافت کی عدم موجودگی میں قرآن و حدیث کے اس حکم پر عمل کے لیے ایسی اجتماعیت میں شرکت لازم ہے جس کا نظم سماع و طاعت کی اساس پر ہو۔

• سماع و طاعت کے حکم پر عمل کے لیے نبی اکرم ﷺ نے بیعتِ سماع و طاعت کی سنت جاری فرمائی ورنہ بحیثیت نبی آپ ﷺ کے ہر حکم پر عمل کرنا لازم تھا اور اس کے لیے بیعت لینے کی ضرورت نہ تھی۔ ایک مضبوط اور مثالی نظم کے قیام کے لیے بیعتِ سماع و طاعت کے حسبِ ذیل مسنون الفاظ عظیم رہنمائی فراہم کرتے ہیں:

**بَايَعْنَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِي الْمَسْرِ وَالْيَسْرِ**

(1) سنن الترمذی، کتاب الأمتثال عن رسول الله ﷺ، باب ما جاء في مثل الصلاة والصيام والصدقة، مسند احمد، کتاب مُسْنَدُ الشَّامِيِّينَ، باب حَدِيثُ الْبَحَارِثِ الْأَشْعَرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ، الْمُسْتَدْرَكُ عَلَى الصَّحِيحَيْنِ لِلْحَاكِمِ، كِتَابُ كِتَابِ الْمَلْمُومِ عَنِ الْبَحَارِثِ الْأَشْعَرِيِّ

وَالْمَنْشَطِ وَالْمَكْرَهِ وَعَلَىٰ آثَرِهِ عَلَيْنَا وَعَلَىٰ الْأَنْزَاعِ الْأَمْرَ أَهْلَهُ وَعَلَىٰ  
أَنْ نَقُولَ بِالْحَقِّ أَيَّمَا كُنَّا لَأَنْخَافُ فِي اللَّهِ لَوْمَةً لَّا يَمُ (۱)

"ہم نے اللہ کے رسول ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی سننے اور ماننے کی، تنگی میں اور آسانی میں، دلی آمادگی اور ناگواری میں اور خواہ کسی کو ہم پر ترجیح دے دی جائے اور ہم ذمہ دار حضرات سے نہیں جھگڑیں گے اور یہ کہ ہم جہاں کہیں ہوں گے حق بات ضرور کہیں گے اور اللہ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہ رکھیں گے۔"

### انفاق:

• انفاق کے معنی ہیں کسی شے کو خرچ کرنا یا کھپا دینا۔ جب یہ خرچ اللہ کی دی ہوئی ہدایات کے مطابق کسی کارِ خیر کے لیے کیا جاتا ہے تو اسے انفاق فی سبیل اللہ کہتے ہیں۔ وسیع مفہوم میں انفاق صرف مال خرچ کرنے کے لیے نہیں بلکہ ہر اُس شے کو خرچ کرنے کے لیے آتا ہے جس پر انسان کو اختیار حاصل ہو۔ گویا مال کے علاوہ جسمانی صلاحیت، اولاد، املاک وغیرہ کو اللہ کی راہ میں لگانا بھی انفاق فی سبیل اللہ میں شامل ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَأَنْفِقُوا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُسْتَخْلِفِينَ فِيهِ (المحذید ۵۷: ۷)

"اور خرچ کرو ہر اُس شے میں سے جس پر تمہیں خلافت یعنی عارضی اختیار دیا گیا ہے۔"

گویا یہ لفظ جہاد ہی کا مترادف ہے۔ انفاق کے موضوع پر سورۃ البقرۃ<sup>۲</sup> کے رکوع ۳۶ اور ۳۷ پورے قرآن حکیم میں نقطہ عروج ہیں۔

• انفاق علاج ہے نفاق یا منافقت کا۔ سورۃ المنافقون<sup>۶۳</sup> آیت ۱۰ میں فرمایا گیا:

وَأَنْفِقُوا مِنْ مَّا رَزَقْنَاكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُولَ رَبِّ لَوْلَا أَخَّرْتَنِي

إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ فَأَصَّدَّقْتُ وَأَكُنُ مِنَ الصَّالِحِينَ (المنفقون ۶۳: ۱۰)

"اور ہم نے جو کچھ تمہیں دے رکھا ہے اُس میں سے خرچ کرتے رہا کرو اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کی موت آکھڑی ہو پھر وہ کہنے لگے: اے میرے رب! تو نے مجھے کچھ اور مہلت کیوں نہ دی کہ میں خیرات کرتا اور نیک لوگوں میں شامل ہو جاتا۔"

نفاق ضد ہے ایمانِ حقیقی کی۔ دوسرے الفاظ میں ایمانِ حقیقی (جو کہ اس سورۃ کا موضوع ہے) کے حصول کا ذریعہ انفاق ہے۔

● مال اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے ختم نہیں ہوتا بلکہ محفوظ ہو جاتا ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے الفاظ ہیں:  
"اپنا مال زمین پر جمع نہ کرو، جہاں کیڑا بھی خراب کرتا ہے اور زنگ بھی اور چوری کا بھی خوف ہوتا ہے بلکہ اپنا مال آسمان پر جمع کرو جہاں نہ کیڑا خراب کرتا ہے اور نہ زنگ اور نہ ہی چوری کا خوف ہے کیوں کہ جہاں تمہارا مال ہو گا وہیں تمہارا دل ہو گا" (۱)

● **وَأَنْفِقُوا خَيْرًا إِلَّا نَفْسِكُمْ** کے الفاظ رہنمائی کر رہے ہیں کہ انفاقِ مال کا فائدہ اجرِ آخرت کی صورت میں انسان ہی کو ملے گا کیونکہ یہ مال اللہ کے ہاں محفوظ ہو گیا:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهُمْ ذَبَحُوا شَاةً فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا بَقِيَ مِنْهَا؟ قَالَتْ: مَا

بَقِيَ مِنْهَا إِلَّا كَتِفُهَا قَالَ: **بَقِيَ كَتِفُهَا غَيْرِ كَتِفِهَا** (۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک بکری ذبح کی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:  
"بکری میں سے کیا بچا؟" حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی کہ کچھ نہیں بچا سوائے ایک دستی کے (یعنی ایک دستی کے سوا پوری بکری اللہ کی راہ میں تقسیم کر دی)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "پوری بکری بچ گئی سوائے اس دستی کے"۔

شُح:

● یہ لفظ تنگ نظری، تنگ دلی اور کم حوصلگی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ عام طور پر اسے بخل کا ہم معنی لفظ سمجھ لیا جاتا ہے لیکن یہ بخل سے وسیع بلکہ بخل، حرص، حسد، کینہ جیسی کئی بیماریوں کی جڑ ہے۔  
● نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات ہیں:

1. **إِثْقُوا الظُّلْمَ فَإِنَّ الظُّلْمَ ظُلَمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَانْثِقُوا الشُّعْرَ فَإِنَّ الشُّعْرَ أَهْلَكَ مَنْ**

**كَانَ قَبْلَكُمْ حَمَلَهُمْ عَلَى أَنْ سَفَكُوا دِمَاءَهُمْ وَاسْتَحَلُّوا مَحَارِمَهُمْ** (۳)

"شُح سے بچو کیوں کہ شُح ہی نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کیا۔ اسی نے ان کو ایک دوسرے کے خون بہانے اور دوسروں کی حرمتوں کو اپنے لیے حلال کر لینے پر اکسایا"۔

(۱) Matthew, Chapter: 6, Verses: 19-21

(۲) سنن الترمذی، کتاب صِفَةِ الْقِيَامَةِ وَالرَّقَابِ وَالْوَزَعِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بَاب مَا جَاءَ فِي صِفَةِ أَوَانِي الْحَوْضِ

(۳) صحیح مسلم، کتاب الْبِرِّ وَالصِّلَةِ وَالْآدَابِ، بَاب تَحْرِيمِ الظُّلْمِ... عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ

2. لَا يَجْتَمِعُ شُحٌّ وَإِيمَانٌ فِي قَلْبِ رَجُلٍ وَلَا يَجْتَمِعُ غِبَارٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَدُخَانٌ جَهَنَّمَ فِي وَجْهِ عَبْدٍ<sup>(۱)</sup>

"نہیں جمع ہو سکتے شیخ اور ایمان ایک شخص کے دل میں اور اللہ کی راہ میں پڑنے والی گرد اور جہنم کا دھواں ایک بندے کے چہرے پر۔"

3. ثَلَاثٌ مُنْجِيَاتٌ ، وَثَلَاثٌ مُهْلِكَاتٌ ، فَأَمَّا الْمُنْجِيَاتُ: فَتَقْوَى اللَّهِ فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ وَالْقَوْلُ بِالْحَقِّ فِي الرِّضَا وَالسَّخَطِ، وَالْقَصْدُ فِي الْغِنَى وَالْفَقْرِ، وَأَمَّا الْمُهْلِكَاتُ: فَهَوَى مُتَّبَعٌ، وَشُحٌّ مُطَاعٌ، وَإِعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهِ، وَهِيَ أَشَدُّهُنَّ<sup>(۲)</sup>

"تین چیزیں ہیں جو نجات دلانے والی ہیں، اور تین ہی چیزیں ہیں جو ہلاک کرنے والی ہیں، پس نجات دلانے والی تین چیزیں تو یہ ہیں:

i. خوفِ خدا خلوت میں اور جلوت میں (یعنی ظاہر میں اور باطن میں)

ii. حق بات کہنا خوشی میں اور غصہ میں

iii. میانہ روی خوشحالی میں اور تنگدستی میں

اور ہلاک کرنے والی تین چیزیں یہ ہیں:

i. وہ خواہش نفس جس کی پیروی کی جائے

ii. جی کی وہ لالچ (شخ) جس کی اطاعت کی جائے

iii. آدمی کی خود پسندی کی عادت اور یہ ان سب میں زیادہ سخت ہے۔"

• طواف کے دوران ایک صحابی رضی اللہ عنہ مسلسل دعا کر رہے تھے کہ اَللّٰهُمَّ قِنِي شُحَّ نَفْسِي

"اے اللہ مجھے بچالے جی کے لالچ سے۔" کسی نے دریافت کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ صرف ایک ہی

دُعایا مانگ رہے ہیں، آخر کیوں؟ انہوں نے جواب دیا: کیا تم نے قرآن میں نہیں پڑھا وَمَنْ

يُوقِ شُحَّ نَفْسِهِ فَأَوْلِيكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ -<sup>(۳)</sup>

(۱) مستد احمد، کتاب باقی مُسْتَدِ الْمُكْتَبِرِينَ، باب مُسْتَدُ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

(۲) شہب الإیمان للبيهقي، كتاب التاسع والثلاثون من شہب الإیمان، فصل في الطابع على القلب أو الرين عن أبي هريرة

(۳) أخبار مكة للفاكهي، كتاب ذكر ما يقال في الطواف وتفسير ذلك، باب إذا وقيت شح نفسى وقيت السرقة

## آیت 17

إِنْ تَقْرَضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا... اگر تم اللہ کو دو گے بہترین قرض... يُضْعِفُهُ لَكُمْ... تو وہ تم کو اس کا کئی گنا دے گا... وَيَغْفِرَ لَكُمْ... اور تمہارے گناہ بھی معاف کر دے گا... وَاللَّهُ شَكُورٌ حَلِيمٌ ﴿۱۷﴾ اور اللہ بہت قدر دان ہے بُردبار ہے۔

• انفاق فی سبیل اللہ کے لیے دودمات ہیں۔ بندوں کی احتیاج پوری کرنے کے لیے جو مال خرچ کیا جاتا ہے اسے "صدقہ" کہا جاتا ہے اور اللہ کے دین کی تبلیغ اور غلبے کے لیے خرچ کیے جانے والے مال کو "قرضِ حسن"۔ ایسے مال کے لیے اللہ بڑھا چڑھا کر لوٹانے اور اس کی وجہ سے گناہوں کو معاف فرمانے کا وعدہ فرماتا ہے۔

• شکور کی صفت بندہ کے لیے آئے تو معنی ہوں گے احسان مند اور اللہ کے لیے آئے تو معنی ہوں گے قدر دان۔ حلیم کے معنی ہیں بردبار۔ فرماں برداروں کے لیے اللہ شکور یعنی بہترین قدر دان ہے اور نافرمانوں کے لیے حلیم ہے یعنی انہیں فوراً نہیں پکڑتا بلکہ اصلاح کی مہلت دیتا ہے۔

## آیت 18

عِلْمُ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ... وہ پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا ہے... الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿۱۸﴾ زبردست ہے کمالِ حکمت والا۔

• ظاہر اور پوشیدہ کی تقسیم ہمارے لیے ہے اللہ کے لیے سب برابر ہے۔ اس سورۃ کا موضوع ہے ایمانِ حقیقی جو کہ ایک باطنی حقیقت ہے۔ اللہ ہی بخوبی جانتا ہے کہ کون واقعی صاحب ایمان ہے اور خلوص کے ساتھ عمل کرنے والا ہے۔

• اللہ عزیز ہے یعنی کل اختیار رکھتا ہے لیکن وہ حکیم بھی ہے یعنی اپنے اختیار کو کمالِ حکمت کے ساتھ استعمال کرتا ہے۔



## منتخب نصاب حصہ دوم

### درس پنجم: سورۃ القیامہ 75

اعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

لَا اُقْسِمُ بِیَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۝ وَلَا اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللّٰوٰمَةِ ۝ اَيْحَسِبُ الْاِنْسَانُ اَلَنْ نُّجْعَعَ  
عِظَامَهُ ۝ بَلٰی قَدَرِيْنَ عَلٰی اَنْ تُسْوٰی بِنَانَهٗ ۝ بَلْ يُرِيْدُ الْاِنْسَانُ لِيَفْجُرَّ  
اَمَامَهُ ۝ يَسْئَلُ اَيَّٰنَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۝ فَاِذَا بَرِقَ الْبَصْرُ ۝ وَ خَسَفَ الْقَمَرُ ۝ وَ جُمِعَ  
الشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ ۝ يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ اَيْنَ الْمَفْرُجُ ۝ كَلَّا لَا وَزَرَ ۝ اِلٰی رَبِّكَ  
يَوْمَئِذٍ الْمُسْتَقَرُّ ۝ يُنْبِئُ الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَ اَخَّرَ ۝ بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰی نَفْسِهٖ  
بَصِيْرَةٌ ۝ وَ لَوْ اَلْقٰی مَعٰذِيْرَةً ۝ لَا تُحْرِكُ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ۝ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَ  
قُرْاٰنَهٗ ۝ فَاِذَا قَرَأْنَهٗ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۝ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيٰٰنَهٗ ۝ كَلَّا بَلْ تُجْبَوْنَ  
الْعٰجِلَةَ ۝ وَ تَذُرُوْنَ الْاٰخِرَةَ ۝ وَجُوْءُ يَوْمَئِذٍ نَّٰضِرَةٌ ۝ اِلٰی رَبِّهَا نٰظِرَةٌ ۝ وَ وَجُوْءُ  
يَوْمَئِذٍ بٰسِرَةٌ ۝ تَظُنُّ اَنْ يُفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ۝ كَلَّا اِذَا بَلَغَتِ التَّرٰقِيَ ۝ وَ قِيْلَ  
مَنْ رَاقٍ ۝ وَ ظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ ۝ وَ التَّفَّتِ لِّلسَّاقِ ۝ بِالسَّاقِ ۝ اِلٰی رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ  
الْمَسٰقُ ۝ فَلَا صَدَقَ وَ لَا صَلَّىٰ ۝ وَ لَكِنْ كَذَّبَ وَ تَوَلٰی ۝ ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰی اَهْلِهٖ  
يَتَنَطَّلٰی ۝ اَوْلٰی لَكَ فَاَوْلٰی ۝ ثُمَّ اَوْلٰی لَكَ فَاَوْلٰی ۝ اَيْحَسِبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُتْرَكَ  
سُدًى ۝ اَلَمْ يَكْ نُطْفَءَ مِنْ مَّنِيٍّ يُمْنٰی ۝ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسُوٰی ۝ فَجَعَلَ مِنْهُ  
الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَ الْاُنثٰی ۝ اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقَدِيْرٍ عَلٰی اَنْ يُحْيِيَ الْهَوٰىی ۝

### تمہیدی نکات:

1. منتخب نصاب کے حصہ دوم کا درس پنجم سورۃ القیامہ پر مشتمل ہے۔
2. سورۃ القیامہ کا موضوع ہے "وقوع قیامت"۔ اس سورۃ میں وقوع قیامت کے دلائل،

قیامت کی علامات اور اس کے احوال بیان کیے گئے ہیں۔ سورۃ القیامۃ قرآن حکیم کی ان چند سورتوں میں سے ہے جن کے نام اور مضمون میں مطابقت پائی جاتی ہے۔

### 3. موضوع کی اہمیت:

ایمانیات میں سے بنیادی اہمیت ایمان باللہ کو حاصل ہے۔ قانونی و فقہی طور پر اہمیت کا حامل ایمان بالرسالت ہے یعنی مسلمان صرف وہی ہے جو رسول کی بیان کردہ تمام تعلیمات پر ایمان لانے کا اقرار کرے۔ عملی اعتبار سے مؤثر ترین ایمان، ایمان بالآخرت ہے۔ انسان کے عمل پر سب سے زیادہ اثر انداز یہ احساس ہوتا ہے کہ اُس کا ہر عمل محفوظ کیا جا رہا ہے اور ہر عمل کی بازپرس ہوگی۔ یہ احساس جتنا گہرا ہوگا اتنا ہی انسان کا عمل درست ہوتا چلا جائے گا اور معاشرے کی بھی اصلاح ہوگی۔

### 4. وقوع قیامت کے لیے دلائل:

اس سورۃ میں وقوع قیامت کے لیے تین طرح کے دلائل دیئے گئے ہیں:

#### i. دلیل خطابی:

اللہ نے قسم کھا کر قیامت کے یقینی ہونے کی گواہی دی ہے۔ اسے دلیل خطابی کہتے ہیں۔ اس دلیل میں اصل وزن قسم کھانے والی ہستی کی ذات اور اُس کے یقین کا ہوتا ہے۔ قرآن حکیم کو کلام الہی نہ ماننے والوں کے لیے قسم میں دلیل نبی اکرم ﷺ کی شخصیت ہے جن کی سچائی اور اعلیٰ سیرت و کردار کے معترف بدترین دشمن بھی تھے۔

#### ii. دلیل اخلاقی:

انسان کے باطن میں نیکی و بدی کا شعور اور اُس کے نتیجے میں پیدا ہونے والے متضاد احساسات اس بات پر دلیل ہیں کہ نیکی کا اچھا اور برائی کا برا بدلہ مل کر رہے گا۔

#### iii. اللہ کی صفت قدرت:

اللہ ہر شے پر قادر ہے لہذا مردوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قدرت رکھتا ہے۔ یہ ایسے لوگوں کے لیے دلیل ہے جو اللہ کو تو مانتے ہیں لیکن مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے کو ناممکن قرار دیتے ہیں۔

5. سورة القيامة قرآنِ حکیم کے خطیبانہ اسلوب کا شاہکار ہے۔ قرآنِ حکیم کا اسلوب نہ نثر جیسا ہے اور نہ ہی شاعرانہ، بلکہ خطیبانہ ہے۔ ہر سورة اللہ کا ایک خطبہ ہے۔ خطیبانہ اسلوب کی نمایاں خصوصیات حسب ذیل ہوتی ہیں:

- i. ابتدائی اور آخری حصہ انتہائی اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔
  - ii. تحویلِ خطاب ہوتا ہے یعنی مخاطبین بدلتے رہتے ہیں اور کبھی حاضر کو غائب یا کبھی غائب کو حاضر تصور کر کے گفتگو کی جاتی ہے۔
  - iii. سوالات و اعتراضات کو بیان کیے بغیر اس انداز میں جواب دیا جاتا ہے کہ سننے والا سوالات و اعتراضات کو خود ہی سمجھ لیتا ہے۔
  - iv. بیان میں دلیل دراصل خطیب کا یقین اور کردار ہوتی ہے۔
6. سورة التغابن<sup>64</sup> اور سورة القيامة<sup>75</sup> کے اسلوب کا موازنہ:

سورة التغابن مدنی جبکہ سورة القيامة ابتدائی مکی دور کی سورة ہے۔ سورة التغابن حجم کے اعتبار سے سورة القيامة سے بڑی ہے لیکن سورة التغابن میں 18 آیات ہیں جبکہ سورة القيامة میں 40۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابتدائی مکی دور کی سورتوں میں آیات چھوٹی لیکن روانی، جوش اور صوتی آہنگ یعنی آیات کے آخر میں قوافی اور فواصل کا لحاظ بہت نمایاں ہے۔ اس اسلوب کو پہاڑی دریا کے جوش و خروش سے نسبت دی جاسکتی ہے۔ مکی دور کے آخر کی اور مدنی سورتوں میں آیات بڑی لیکن روانی کم اور جوش دھیمہ ہوتا ہے، جیسے میدانی دریا کا بہاؤ دھیمہ اور پُر سکون ہوتا ہے۔

## آیات پر غور و فکر

### آیت 1

لَا أُقْسِمُ بِیَوْمِ الْقِیَمَةِ ۝ نَحْسُ! میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی۔

اس آیت میں 'لَا' دراصل لائے منفصل ہے۔ فرمایا جا رہا ہے نہیں! قیامت ایسی یقینی حقیقت ہے کہ میں اس پر قسم کھاتا ہوں۔ 'لَا' اور حقیقت انکارِ آخرت یا اقرار کے پردے میں انکارِ آخرت کے تمام تصورات، اعتراضات اور شکوک و شبہات کی نفی کر رہا ہے۔ انکارِ آخرت کی دو صورتیں ہیں:



## ii. وقوع قیامت کے بارے میں شکوک و شبہات:

وَ إِذْ قِيلَ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَ السَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيهَا قُلْتُمْ مَا نَدْرِي مَا السَّاعَةُ إِنَّ نَظْنَ إِلَّا ظَنًّا وَ مَا نَحْنُ بِمُتَّبِعِينَ ﴿٣٢﴾ (البجاثیة: 45)

"اور جب کہا جاتا تھا کہ بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے اور قیامت میں کچھ شک نہیں تو تم کہتے تھے کہ ہم نہیں جانتے کہ قیامت کیا ہے؟ ہم نہیں رکھتے اس کے بارے میں مگر ایک گمان اور ہم نہیں ہیں اس پر یقین کرنے والے۔"

## 2. اقرار کے پردے میں انکارِ آخرت:

آخرت سے متعلق کچھ ایسے نظریات اختیار کر لیے جاتے ہیں کہ پھر ایمان بالآخرت کی افادیت باقی نہیں رہتی یعنی انسان کے عمل کی اصلاح نہیں ہوتی جیسے:

### i. شفاعتِ باطلہ کا عقیدہ:

وَ يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَ لَا يَنْفَعُهُمْ وَ يَقُولُونَ هَؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللَّهِ ۗ قُلْ أَتَنْتَبَهُونَ اللَّهُ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمَوَاتِ وَ لَا فِي الْأَرْضِ ۗ سُبْحٰنَهُ وَ تَعَلٰى عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿١٠﴾ (یونس: 18)

"اور یہ (لوگ) اللہ کے سوا ایسی ہستیوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ ان کا کچھ بگاڑ سکتی ہیں اور نہ ہی کچھ بھلا کر سکتی ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہماری سفارش کرنے والے ہیں۔ کہہ دیجئے کہ کیا تم اللہ کو ایسی بات بتاتے ہو جس کو وہ نہ آسمانوں میں جانتا ہے اور نہ زمین میں۔ وہ پاک ہے اور (اس کی شان) ان کے شرک کرنے سے بہت بلند ہے۔"

أَمْ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ شُفَعَاءَ ۗ قُلْ أَوْ كَانُوا لَا يَمْلِكُونَ شَيْئًا وَ لَا يَعْقِلُونَ ﴿٣٩﴾ قُلْ لِلَّهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيعًا ۗ لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَ الْأَرْضِ ۗ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٤٣﴾ (الزمر: 39-44)

"کیا انہوں نے اللہ کے سوا اور سفارشی بنا لیے ہیں؟ کہو کہ خواہ وہ کسی چیز کا بھی اختیار نہ رکھتے ہوں اور نہ ہی (کچھ) سمجھتے ہوں۔ کہہ دو کہ سفارش تو سب اللہ ہی کے اختیار میں ہے اسی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔"

شفاعت کے حوالے سے صحیح تصور یہ ہے کہ شفاعت صرف اللہ کی اجازت سے ہوگی اور اللہ ہی فیصلہ فرمائے گا کہ دعائے شفاعت کس نے کرنی ہے اور کس کے حق میں کرنی ہے:

**يَوْمَئِذٍ لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَنُ وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا** ﴿طہ: 20﴾ (109)

"اُس روز (کسی کی) سفارش کچھ فائدہ نہ دے گی مگر اُس شخص کی جسے اللہ اجازت دے اور جس کے لیے بات کو پسند فرمائے۔"

**ii. اللہ کی صرف شانِ رحمت کو پیش نظر رکھنا:**

اللہ کے بارے میں متوازن عقیدہ تو یہ ہے کہ:

**نَبِيُّ عِبَادَتِي أَنِّي أَنَا الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴿١٥﴾ وَأَنَّ عَذَابِي هُوَ الْعَذَابُ الْأَلِيمُ ﴿١٦﴾**

(الحجر: 15-50)

"(اے نبی ﷺ!) میرے بندوں کو بتادیتے کہ میں بڑا بخشنے والا (اور) مہربان ہوں

اور یہ کہ میرا عذاب بھی دردناک عذاب ہے۔"

شیطان اللہ کی صرف شانِ رحمت کو انسان کے سامنے اس طرح مزین کرتا ہے کہ انسان اللہ کی شانِ قہاری سے غافل ہو کر مسلسل بے عملی کا مرتکب ہوتا رہتا ہے۔ گویا شیطان انسان کو اللہ کی ذات کے حوالے سے فریب دیتا ہے:

**فَلَا تَغُرُّكُمْ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا ۗ وَلَا يَغُرُّكُمْ بِاللَّهِ الْغُرُورُ ﴿٣٣﴾** (لقمان: 33)

"پس دنیا کی زندگی تم کو دھوکے میں نہ ڈال دے اور نہ بہت زیادہ دھوکا دینے والا

(شیطان) تمہیں اللہ کے بارے میں کسی طرح کا دھوکا دے۔"

اس دھوکے کی بڑی واضح ترجمانی ان اشعار میں ہے:

عصیاں سے کبھی ہم نے کنارہ نہ کیا      پر تو نے دل آزرہ ہمارا نہ کیا

ہم نے تو جہنم کی بہت کی تدبیر      پر تری رحمت نے گوارا نہ کیا

اللہ نے قرآنِ حکیم میں کئی مقامات پر اس گمراہی کی نفی کی ہے:

**أَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِينَ كَالْمُجْرِمِينَ ﴿٣٥﴾ مَا لَكُمْ ۗ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ﴿٣٦﴾**

(القلم: 35-36)

"کیا ہم فرمانبرداروں کو برابر کر دیں گے نافرمانوں کے؟ تمہیں کیا ہو گیا ہے

کیسے فیصلے کرتے ہو؟"

أَمْ نَجْعَلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَالْمُفْسِدِينَ فِي الْأَرْضِ أَمْ نَجْعَلُ  
الْمُتَّقِينَ كَالْفُجَّارِ ﴿٣٨﴾ (ص: 28)

"کیا ہم ان کو جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے برابر کر دیں گے ان کے جو  
زمین میں فساد کرتے ہیں یا متقین کو برابر کر دیں گے بدکاروں کے؟"

أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ نَجْعَلَهُمْ كَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا  
الصَّالِحَاتِ سَوَاءً مَحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ﴿٤٥﴾ (البجاثیة: 21)

"جو لوگ بُرے کام کرتے ہیں کیا وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم ان کو ان لوگوں جیسا  
کر دیں گے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اور ان کی زندگی اور موت یکساں  
ہوں گے؟ برا ہے وہ فیصلہ جو وہ کرتے ہیں۔"

يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ ﴿١﴾ الَّذِي خَلَقَكَ فَسَوَّاكَ فَعَدَلَكَ ﴿٢﴾ فِي أَيِّ  
صُورَةٍ مَّا شَاءَ رَكَّبَكَ ﴿٣﴾ كَلَّا بَلْ تُكذِّبُونَ بِالذِّينِ ﴿٤﴾ وَإِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَافِظِينَ ﴿٥﴾  
كِرَامًا كَاتِبِينَ ﴿٦﴾ يَعْلَمُونَ مَا تَفْعَلُونَ ﴿٧﴾ إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ﴿٨﴾ وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي  
جَحِيمٍ ﴿٩﴾ (الانفطار: 6-14)

"اے انسان! تجھے اپنے شفیق پروردگار کے بارے میں کس چیز نے دھوکا دیا؟ (وہی تو  
ہے) جس نے تجھے بنایا اور (تیرے اعضاء کو) ٹھیک کیا اور (تیرے وجود کو) معتدل  
رکھا۔ جس صورت میں چاہا تجھے جوڑ دیا۔ مگر تم لوگ جزا و سزا کو جھٹلاتے ہو، حالانکہ بلا  
شبہ تم پر نگہبان مقرر ہیں۔ عالی قدر لکھنے والے (تمہارے اعمال کے)۔ جو کچھ تم کرتے  
ہو وہ اسے جانتے ہیں۔ بیشک نیکو کار نعمتوں میں ہوں گے اور بد کردار دوزخ میں۔"

iii. نسلی تفاخر یا انبیاء کے ساتھ نسبت کی وجہ سے نجاتِ اخروی کی امید:

وَقَالُوا لَنْ نَمَسَّنَا النَّارَ إِلَّا أَيَّامًا مَعْدُودَةً ۗ قُلْ أَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللَّهِ عَهْدًا فَلَنْ  
يُخْلِفَ اللَّهُ عَهْدَهُ أَمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٨٠﴾ (البقرة: 80)

"اور وہ (یہود) کہتے ہیں کہ (دوزخ کی) آگ ہمیں ہر گز نہ چھوئے گی مگر گنتی کے چند  
روز۔ (اے نبی ﷺ!) ان سے پوچھیے کہ کیا تم نے اللہ تعالیٰ سے کوئی عہد لے رکھا  
ہے کہ اللہ جس کے خلاف نہ کرے گا یا تم اللہ کے بارے میں ایسی باتیں کہتے ہو جن کا  
تمہیں علم ہی نہیں؟"

وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى نَحْنُ أَبْنَاءُ اللَّهِ وَأَحِبَّاؤُهُ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوبِكُمْ

(المائدہ: 18)

"اور یہود و نصاریٰ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں۔ (اے

نبی ﷺ!) پوچھیے پھر وہ تمہاری بد اعمالیوں کے سبب تمہیں عذاب کیوں دیتا ہے؟"

آج ہماری کیفیت بھی یہ ہے کہ:

خوار ہیں بدکار ہیں ڈوبے ہوئے ذلت میں ہیں

کچھ بھی ہیں! مولا تیرے محبوب کی امت میں ہیں

iv. دنیوی آسائش و دولت کو اللہ کے راضی ہونے کی علامت سمجھنا اور اس بنیاد پر آخرت میں

بھی اچھے بدلہ کی توقع رکھنا:

وَاضْرِبْ لَهُم مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا لِأَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ أَعْنَابٍ وَحَفَفْنَاهُمَا

بِنَخْلٍ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زُرْعًا ۝ كَلْتَا الْجَنَّتَيْنِ آتَتْ أُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِنْهُ شَيْئًا وَ

فَجَرْنَا خِلَّاهُمَا نَهْرًا ۝ وَكَانَ لَهُ ثَمَرٌ فَقَالَ لِصَاحِبِهِ وَهُوَ يُحَاوِرُهُ أَنَا أَكْثَرُ

مِنْكَ مَالًا وَ أَعَزُّ نَفَرًا ۝ وَدَخَلَ جَنَّتَهُ وَهُوَ ظَالِمٌ لِنَفْسِهِ ۝ قَالَ مَا أَظُنُّ أَنْ

تَبِيدَ هَذِهِ أَبَدًا ۝ وَ مَا أَظُنُّ السَّاعَةَ قَائِمَةً ۝ وَلَئِنْ رُودِدْتُ إِلَى رَبِّي

لَأَجِدَنَّ خَيْرًا مِنْهَا مُنْقَلَبًا ۝ (الکھف: 32-36)

"اور (اے نبی ﷺ!) انہیں دو آدمیوں کا حال سنائیے۔ ان میں سے ایک کو ہم نے

انگور کے دو باغ عطا کیے تھے اور ان کے اطراف کھجوروں کے درخت لگا دیئے تھے

اور ان کے درمیان کھیتی پیدا کر دی تھی۔ دونوں باغ (کثرت سے) پھل لاتے اور

اُس (کی پیداوار) میں کسی طرح کی کمی نہ ہوتی اور دونوں کے درمیان ہم نے ایک نہر

بھی جاری کر رکھی تھی۔ اور (اس طرح) اس (شخص) کے لیے (ان کی) پیداوار

تھی۔ (ایک دن) جب کہ وہ اپنے دوست سے باتیں کر رہا تھا کہنے لگا کہ میں زیادہ

ہوں تجھ سے مال و دولت کے اعتبار سے اور زیادہ عزت والا ہوں نفری کے اعتبار

سے۔ اور (ایسی بڑائیوں کے ساتھ) اپنے حق میں ظلم کرتا ہوا اپنے باغ میں داخل ہوا

کہنے لگا کہ میں نہیں خیال کرتا کہ یہ باغ کبھی تباہ بھی ہوگا اور نہ یہ خیال کرتا ہوں کہ

قیامت برپا ہو اور اگر میں اپنے رب کی طرف لوٹا یا بھی گیا تو (وہاں) ضرور اس سے اچھی جگہ پاؤں گا۔"

v. عمل میں تاخیر کرنا:

يُنَادُوهُمْ أَمْ لَمْ نَكُنْ مَعَكُمْ قَالُوا بَلَىٰ وَلَكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ أَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْأَمَانِيُّ حَتَّىٰ جَاءَ أَمْرُ اللَّهِ وَغَرَّكُمْ بِاللَّهِ الْغُرُورُ ﴿١٤﴾  
(الحديد: 57: 14)

"تو (منافق لوگ مومنوں سے) کہیں گے کہ کیا ہم دنیا میں تمہارے ساتھ نہ تھے؟ وہ کہیں گے کیوں نہیں لیکن تم نے خود کو (دنیا کی محبت) کے فتنے میں ڈالا اور تم (احکامات پر عمل کے حوالے سے) تاخیر کرتے رہے اور تم (جزا و سزا کے حوالے سے) شک میں پڑ گئے اور تمہیں کچھ خوش کن خواہشات نے دھوکا دیا یہاں تک کہ اللہ کا حکم آپہنچا اور اللہ کے بارے میں تمہیں ایک بڑے دغا باز (شیطان) نے دھوکا دیا۔"

پہلی آیت میں 'لَا' کا کلمہ مذکورہ بالا تمام تصورات کی زور دار نفی کر رہا ہے۔

## آیت 2

وَلَا أُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ﴿١٥﴾ اور نہیں! میں قسم کھاتا ہوں ملامت کرنے والے ضمیر کی۔

• اس آیت میں بھی 'لَا' الائے منفصل ہے۔ فرمایا جا رہا ہے نہیں! قیامت ایسی یقینی حقیقت ہے کہ میں اس کے لیے قسم کھاتا ہوں ملامت کرنے والے نفس کی۔ جسم اور روح کی کشمکش کے حوالے سے نفس انسانی کی تین کیفیات ہو سکتی ہیں:

i. نفس امارہ... برائی کی طرف مائل... جسم روح پر غالب

وَمَا أُبْرِيْ نَفْسِيْ ۚ إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ ۗ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّي (يوسف: 53)

"اور میں اپنے آپ کو پاک صاف نہیں کہتا کیونکہ نفس بہت زیادہ حکم دینے والا ہے برائی کا، مگر یہ کہ جس پر میرا رب رحم کرے (وہ نفس کی شرارت سے بچ جاتا ہے)۔"

ii. نفس لوامہ... ملامت کرنے والا نفس / ضمیر... روح اور جسم کے درمیان کشمکش جاری

(آیت زیر مطالعہ)

## iii. نفس مطمئنہ... نیکی کی طرف مائل... روح جسم پر غالب

يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمَطْمَئِنَّةُ ﴿٥٩﴾ ارجعي إلى ربك راضيةً مرضيةً ﴿٥٨﴾ (الفجر: 27-28)

"اے اطمینان پانے والی روح! اپنے پروردگار کی طرف لوٹ چل تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی"

- انسان ہر عمل کے بعد ضمیر کی عدالت میں پیش ہوتا ہے۔ نیکی پر اطمینان اور برائی پر خلش محسوس کرتا ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ایک روز حساب کتاب ہوگا۔
- قسم کا جواب یا مقسم علیہ محذوف ہے یعنی **إِنَّ الدِّينَ لَوَاقِعٌ** "اور جزا و سزا کا معاملہ ہو کر رہے گا"۔ (الذریٰ 51: 6)

## آیات 3-4

**أَيَحْسَبُ الْإِنْسَانُ أَنْ نَجْمَعَ عِظَامَهُ ﴿٦٠﴾** کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ ہم اُس کی (بکھری ہوئی)

ہڈیاں جمع نہیں کریں گے؟ **بلی... کیوں نہیں!... قَدَرِينَ عَلَىٰ أَنْ نُسَوِّيَ بَنَانَهُ ﴿٦١﴾** ہم اس بات پر بھی قادر ہیں کہ اُس کی پور پور درست کر دیں۔

- اس آیت میں قدرتِ خداوندی کے بارے میں انسان کی غلط فہمی کی نفی، جمع کا صیغہ استعمال کر کے، بڑے شاہانہ و جلالی اسلوب میں کی گئی ہے۔
- ہر انسان کی انگلیوں کے پور مختلف ہوتے ہیں۔ اللہ کی صفتِ قدرت کا کمال ہے کہ ہر انسان کی انگلیوں کے پور پور درست کر دیے جائیں گے۔

## آیت 5

**بَلْ يُؤْتِيهِمُ الْإِنْسَانُ لِيَفْجَرَهُ ﴿٦٢﴾** مگر انسان چاہتا ہے کہ آئندہ بھی نافرمانی کرتا رہے۔

فَجَرَ کے معنی ہیں پھٹ پڑنا، بے قابو ہو جانا اور فاجرہ کے معنی ہیں حدود اللہ کو توڑنے والا۔ انسان کے انکارِ آخرت کی ایک وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ کی نافرمانی سے حاصل ہونے والے نقد فوائد، لذتوں اور عیاشیوں کو چھوڑنا نہیں چاہتا۔ لہذا وہ آخرت کا انکار کر کے حقیقت کا سامنا اسی طرح نہیں کرنا چاہتا جیسے کوتر بلی کو دیکھ کر آنکھیں بند کر لیتا ہے۔

## آیات 6-12

يَسْأَلُ أَيَّانَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ ۗ (طنزاً) پوچھتا ہے قیامت کا دن کب آئے گا؟... فَأِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ۗ  
 جب آنکھیں چندھیا جائیں گی... وَخَسَفَ الْقَمَرُ ۗ اور چاند گہنا جائے گا... وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۗ اور سورج اور چاند جمع کر دیئے جائیں گے... يَقُولُ الْإِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ أَيْنَ الْمَفْرُجُ ۗ  
 اُس دن انسان کہے گا کہ کہیں ہے بھاگنے کی جگہ؟... كَلَّا... ہر گز نہیں!... لَا وَزَرَ ۗ کہیں پناہ نہیں... إِلَىٰ رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمُسْتَقَرُّ ۗ اُس روز تیرے پروردگار ہی کے پاس ٹھکانہ ہے۔

- ان آیات میں طنزیہ سوال کا اسی لہجہ (Tone) میں پُر عتاب جواب دیا گیا ہے۔
- یہاں روزِ قیامت برپا ہونے والی تباہی کی نقشہ کشی کی گئی ہے جس کی مزید تفصیلات سورۃ التکویر<sup>81</sup>، سورۃ الانفطار<sup>82</sup>، سورۃ الانشقاق<sup>84</sup> اور سورۃ القارعة<sup>101</sup> کے آغاز میں بیان کی گئی ہیں۔
- ان آیات میں روزِ قیامت ایک غافل انسان کی حسرت و بے بسی کا بیان ہے۔ یہ مضمون قرآن مجید میں کئی مقامات پر آیا ہے:

وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقِّ فَآذَاهُمْ شَاخِصَةً أَبْصَارُ الَّذِينَ كَفَرُوا ۖ يُؤْيِنُنَا قَدْ كُنَّا فِي غَفْلَةٍ  
 مِّنْ هَذَا بَلْ كُنَّا ظَالِمِينَ ۖ (الانبیاء: 21: 97)

"اور جب (قیامت کا) سچا وعدہ قریب آجائے گا تو کافروں کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی (اور کہیں گے کہ) ہائے ہماری بد قسمتی کہ ہم اس (روز کی تیاری) سے غفلت میں رہے بلکہ ہم (اپنے حق میں) ظالم تھے۔"

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظَّالِمُونَ ۗ إِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيهِ  
 الْأَبْصَارُ ۗ لَهُمْ فِيهَا عُقُوبٌ مُّقْنَعَةٌ ۗ رءُوسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ إِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۗ وَأَفِئدَتُهُمْ  
 هَوَاءٌ ۗ (ابراہیم: 42-43)

"اور مت خیال کرنا کہ یہ ظالم جو عمل کر رہے ہیں اللہ ان سے بے خبر ہے۔ وہ ان کو اُس دن تک مہلت دے رہا ہے جب کہ (دہشت کے سبب) آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی۔ (اور لوگ) سر اٹھائے ہوئے (میدانِ قیامت کی طرف) دوڑ رہے ہوں گے۔ ان کی نگاہیں ان

کی طرف لوٹ نہ سکیں گی اور اُن کے دل (خوف کے مارے) اچھل رہے ہوں گے۔"

يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ إِلَى شَيْءٍ تُكْرَهُ ۗ خَشَعًا أَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ كَأَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنتَشِرٌ ۗ مَّهْطِعِينَ إِلَى الدَّاعِ ۗ يَقُولُ الْكٰفِرُونَ هَذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ۗ (القمر 54: 6-8)

"اس روز بلائے گا بلانے والا ایک ناگوار شے کی طرف۔ تو آنکھیں نیچی کیے ہوئے قبروں سے نکل پڑیں گے گویا بکھری ہوئی ٹڈیاں ہیں۔ اُس بلانے والے کی طرف دوڑتے جاتے ہوں گے۔ کافر کہیں گے یہ دن بڑا سخت ہے۔"

يَوْمَ يَخْرُجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ سِرَاعًا كَأَنَّهُمْ إِلَى نُصُبٍ يُوفِضُونَ ۗ خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ تَرَاهُمْ ذَلَّةً ۗ ذٰلِكَ الْيَوْمَ الَّذِي كَانُوا يُوعَدُونَ ۗ (المعارج 70: 43-44)

"اُس دن یہ قبر سے نکل کر (اس طرح) تیزی سے دوڑیں گے جیسے کسی ہدف کی طرف دوڑتے ہیں۔ اُن کی آنکھیں جھک رہی ہوں گی اور ذلت ان پر چھا رہی ہوگی۔ یہی وہ دن ہے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے۔"

### آیت 13

يُنَبِّئُ الْإِنْسَانَ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَاٰخَرَ ۗ ۝ بتا دیا جائے گا اُس دن انسان کو جو (عمل) اُس نے

آگے بھیجا اور جو پیچھے چھوڑا۔

تقدیم و تاخیر کے دو مفہوم ہیں:

- i. دنیوی زندگی میں انسان نے کس چیز کو ترجیح دی اور کس چیز کو پس پشت ڈال دیا۔
- ii. انسان نے کیا عمل آگے بھیجا اور کیا پیچھے چھوڑا۔ انسان کا عمل خواہ اچھا ہو یا برا ایک طرف اللہ کے ہاں جا کر محفوظ ہو جاتا ہے اور دوسری طرف اُس کے اثرات دنیا میں رہتے ہیں:

إِنَّا نَحْنُ نُحْيِي الْمَوْتَىٰ وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا وَآثَارَهُمْ ۗ وَكُلُّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُّبِينٍ ۗ

(یس 36: 12)

"بیشک ہم مردوں کو زندہ کریں گے اور جو (عمل) وہ آگے بھیج چکے اور جو اُن کے اثرات پیچھے رہ گئے ہم ان کو لکھتے ہیں اور ہر چیز کو ہم نے ایک واضح کتاب میں لکھ رکھا ہے۔"

اچھا عمل صدقہ جاریہ اور برا عمل عذاب جاریہ کا باعث ہوتا ہے۔

## آیات 14-15

**بَلِ الْإِنْسَانُ عَلَىٰ نَفْسِهِ بَصِيرَةٌ ۚ ۝۱۴** بلکہ انسان آپ اپنا گواہ ہے... **وَلَوْ أَن لَقِيَ مَعَاذِيرَهُ ۝۱۵**  
اگرچہ معذرتیں کرتا ہے۔

انسان کا باطن اُس کے اعمال کی حقیقت سے واقف ہے اگرچہ ممکن ہے کہ خارج میں وہ اپنے برے سے برے عمل کی خوبصورت تاویل کر کے اعتراض کرنے والوں کو خاموش کرادے۔

## آیات 16-19

**لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ ۝۱۶** اور (اے نبی ﷺ) نزولِ وحی کے دوران (اپنی زبان کو تیزی سے حرکت نہ دیجئے کہ اس (قرآن) کو جلدی سے یاد کر لیں... **إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ ۝۱۷** یقیناً اس کا جمع کرنا اور پڑھانا ہمارے ذمہ ہے... **فَإِذَا قَرَأَهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ۝۱۸** پس جب ہم اسے پڑھیں تو آپ اتباع کریں اس پڑھنے کا... **ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ ۝۱۹** پھر یقیناً اس کی وضاحت کرنا بھی ہمارے ذمہ ہے۔

● جمع و تدوین قرآن کے ضمن میں یہ آیات انتہائی اہمیت کی حامل ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کو قرآن مجید کے ساتھ حد درجہ محبت تھی۔ آپ ﷺ کو نزولِ وحی کا شدت سے انتظار رہتا اور جب وحی نازل ہو رہی ہوتی تو آپ ﷺ تیز تیز پڑھ کر اسے یاد کرنے کی کوشش فرماتے۔ اللہ نے آپ ﷺ پر فضلِ عظیم فرمایا اور وعدہ فرمایا کہ قرآنِ حکیم کا آپ ﷺ کو حفظ کرا دینا، آپ ﷺ کی زبانِ مبارک سے اس کی تلاوت کرا کر اس کی تدوین کرانا اور آپ ﷺ کے ذریعہ اس کی وضاحت کرانا ہمارے ذمہ ہے۔

● قرآنِ حکیم کی حفاظت اور جمع و تدوین حسب ذیل مراحل میں ہوئی:

1. قرآنِ حکیم نبی اکرم ﷺ کے سینہ مبارک میں محفوظ کر دیا گیا اور حضرت جبرائیل ؑ کے ساتھ آپ ﷺ ہر سال رمضان میں نازل شدہ قرآن کا ترتیب کے ساتھ دورہ فرماتے

رہے۔ حیاتِ مبارکہ کے آخری سال آپ ﷺ نے دوبار حضرت جبرائیل ؑ کے ساتھ دورہ قرآن فرمایا (۱)۔

2. نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرامؓ کی کثیر تعداد کو قرآنِ حکیم حفظ کروایا۔
3. آپ ﷺ سورتوں اور آیات کے مقام کے تعین کے ساتھ قرآنِ حکیم کی کتابت بھی کراتے رہے۔ یہ کتابت پتھر کی پتلی تختیوں، چمڑے کے پتلے ٹکڑوں، درخت کی چھالوں اور چوڑی ہڈیوں پر کی جاتی رہی۔ البتہ آپ ﷺ کے دور میں مکمل قرآنِ حکیم ایک کتابی نسخے کی صورت میں جمع نہیں کیا گیا۔
4. حضرت ابو بکر صدیقؓ کے دورِ خلافت میں قرآنِ حکیم کو کتابی صورت میں یکجا کیا گیا۔ یہ عظیم کام حضرت زید بن ثابتؓ کی قیادت میں ایک کمیٹی نے کیا۔
5. حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں زید بن ثابتؓ کی قیادت میں ایک کمیٹی نے قرآنِ حکیم کو قریش کے لہجے کے مطابق ایک رسم الخط میں تحریر کیا اور اس کی سات نقول اہم شہروں میں بطور Reference رکھوا دی گئیں۔
6. قرآنِ حکیم قیامت تک کے لیے محفوظ ہے کیوں کہ اس کی حفاظت اللہ نے اپنے ذمہ لے رکھی ہے:

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ﴿۹﴾ (الحجر: ۱۵)

"بے شک ہم ہی نے یہ 'ذکر' اتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں"۔

ہر دور میں لاکھوں افراد کا حافظِ قرآن ہونا، حفاظتِ قرآن کا ایک حیرت انگیز ذریعہ ہے۔

• مضامین قرآنِ حکیم کی وضاحت کے دو ذرائع ہیں:

1. بذاتِ خود قرآن نے محکم آیات اور بعض امور کی تفسیر کی (الْقُرْآنُ يُفَسِّرُ بَعْضُهُ بَعْضًا "قرآن کا ایک حصہ دوسرے کی وضاحت کرتا ہے"۔)
2. نبی اکرم ﷺ نے اپنے عمل یعنی سنت اور احادیثِ مبارکہ سے قرآنِ حکیم کے مضامین

کی وضاحت فرمائی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ﴿٤٤﴾

(النحل: 44)

"اور ہم نے آپ ﷺ پر یہ کتاب نازل کی ہے تاکہ آپ ﷺ لوگوں کے لیے واضح کریں جو ان کی طرف نازل کیا گیا ہے اور تاکہ وہ غور کریں۔"

وَمَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ إِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوا فِيهِ (النحل: 64)

"اور ہم نے آپ ﷺ پر یہ کتاب نازل نہیں کی مگر اس لیے کہ آپ ﷺ وضاحت کر دیں ان امور کی جن میں لوگ اختلاف کرتے ہیں۔"

- مندرجہ بالا مراحل و ذرائع سے اللہ نے نہ صرف قرآن کے متن کی حفاظت کی بلکہ اس کے مفہوم کی بھی حفاظت کا ذمہ لیا:

لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ ﴿٤٢﴾

(حم السجدة: 42)

"اس کتاب پر باطل حملہ آور نہیں ہو سکتا نہ سامنے سے اور نہ پیچھے سے۔ یہ کتاب اتاری گئی ہے اُس اللہ کی طرف سے جو کمالِ حکمت والا اور خوبیوں والا ہے۔"

- ان آیات کا سورۃ کے موضوع سے تعلق یہ ہے کہ جو اللہ وحی کے الفاظ کو فضا میں تحلیل ہونے کے بعد نبی اکرم ﷺ کے سینہ میں محفوظ فرما کر آپ ﷺ کی زبان مبارک سے جاری کر سکتا ہے، وہ مرنے کے بعد انسان کو دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے اور اُس کے منہ سے نکلے ہر قول اور اُس کی ذات سے صادر ہونے والے ہر عمل کو بھی جمع کر رہا ہے اور ایک وقت آئے گا کہ یہ سب کچھ انسان کے سامنے پیش کر دیا جائے گا۔

## آیات 20-21

كَلَّا... ہر گز نہیں!... بَلْ تُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ ﴿٢٠﴾ بلکہ (اے لوگو!) تم دنیا سے محبت کرتے

ہو... وَتَذَرُونَ الْآخِرَةَ ﴿٢١﴾ اور آخرت کو چھوڑ بیٹھے ہو۔

قرآن کریم سے محبت کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کی عجلت کو بیان فرما کر انسان کی ایک کمزوری یعنی عجلت پسندی کا ذکر کیا گیا۔ عجلت پسندی کا عنصر انسان کی تخلیق میں ہے:

وَ كَانَ الْإِنْسَانُ عَجُولًا ﴿١١﴾ (بنی اسرائیل 17: 11)

"اور انسان جلد باز (پیدا ہوا) ہے۔"

خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَجٍ ﴿٢١﴾ (الانبیاء 21: 37)

"انسان جلد باز پیدا کیا گیا ہے۔"

انبیاء کرام بھی خیر کے کاموں میں اس کا اظہار کر دیتے تھے جس پر اللہ نے انہیں متوجہ فرمایا:

وَمَا أَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ يَمُوسَى ﴿١٠﴾ قَالَ هُمْ أَوْلَاءٌ عَلَيَّ أَثَرِي وَعَاجَلْتُ إِلَيْكَ رَبِّ

لِتَرْضَى ﴿١١﴾ قَالَ فَإِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْ بَعْدِكَ وَأَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ ﴿١٢﴾ (طہ 83-85)

"اور اے موسیٰ! تم نے اپنی قوم کو چھوڑ کر آنے میں کیوں جلدی کی؟ کہا وہ میرے نقش قدم پر ہیں

اور اے اللہ! میں نے تیری طرف (آنے کی) جلدی اس لیے کی تاکہ تو خوش ہو۔ اللہ نے فرمایا کہ ہم

نے تمہارے بعد تمہاری قوم کو آزمائش میں ڈال دیا ہے اور انہیں سامری نے گمراہ کر دیا ہے۔"

وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْآنِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يُقْضَىٰ إِلَيْكَ وَحْيُهُ وَقُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا ﴿٢٠﴾ (طہ 20: 114)

"اور قرآن کی وحی جو آپ ﷺ کی طرف بھیجی جاتی ہے اس کے پورا ہونے سے پہلے قرآن کے

(پڑھنے کے) لیے جلدی نہ کیجئے اور دعا کیجئے کہ میرے رب مجھے اور زیادہ علم دے۔"

عجلت پسندی کے نتائج نقصان دہ ہوتے ہیں۔ اسی کی مکروہ ترین شکل حُبِّ عاجلہ یعنی دنیا پرستی ہے اور

انسانوں کی اکثریت اس میں مبتلا ہو کر اللہ اور آخرت کو بھلا دیتی ہے۔

## آیات 22-25

وَجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ﴿٢٢﴾ (حالانکہ) اُس دن کچھ چہرے تروتازہ ہوں گے... اِلَىٰ رَبِّهَا

نَّاظِرَةٌ ﴿٢٣﴾ (اور) اپنے پروردگار کی طرف دیکھتے ہوں گے... وَ وَجُوهٌ يَوْمَئِذٍ بَاسِرَةٌ ﴿٢٤﴾ اور

کچھ چہرے اُس دن اُداس ہوں گے... تَنْظُرُونَ أَن يَفْعَلَٰ بِهَا فَاقِرَّةٌ ﴿٢٥﴾ خیال کریں گے کہ اُن

پر کمر توڑ مصیبت واقع ہونے کو ہے۔

میدانِ حشر میں انسانوں کے اعمال کے نتائج چہروں پر عیاں ہوں گے۔ اعلیٰ نصب العین کے لیے زندگی

بسر کرنے والوں کے چہرے تروتازہ ہوں گے اور وہ دیدارِ الہی کی لذت سے شاد کام ہوں گے۔ غفلت

میں پڑے رہنے والوں کے چہرے انتہائی اداس اور گرد آلود ہوں گے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌُ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌُ فَأَمَّا الَّذِينَ اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ أَ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ  
فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿١٠٦﴾ وَأَمَّا الَّذِينَ ابْيَضَّتْ وُجُوهُهُمْ فَفِي رَحْمَةِ اللَّهِ هُمْ  
فِيهَا خَالِدُونَ ﴿١٠٧﴾ (آل عمران 106-107)

"جس دن کچھ چہرے سفید ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ۔ تو جن لوگوں کے چہرے سیاہ ہوں گے  
(ان سے اللہ فرمائے گا کہ) کیا تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا؟ پس (اب) چکھو عذاب اس کفر  
کے سبب جو تم کر رہے تھے۔ اور جن لوگوں کے چہرے روشن ہوں گے وہ اللہ کی رحمت میں  
ہوں گے اور اُس میں ہمیشہ رہیں گے۔"

وَجُوهُ يَوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ﴿٣٨﴾ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ﴿٣٩﴾ وَوَجُوهُ يَوْمَئِذٍ غَٰبِرَةٌ ﴿٤٠﴾ تَرَهَقَهَا  
قَتَرَةٌ ﴿٤١﴾ أُولَٰئِكَ هُمُ الْكٰفِرَةُ الْفٰجِرَةُ ﴿٤٢﴾ (عبس 38-42)

"اور کتنے چہرے اس روز چمک رہے ہوں گے۔ ہنستے ہوں گے بشارتیں وصول کرتے ہوں گے  
اور کتنے چہرے ہوں گے جن پر گرد پڑ رہی ہوگی، سیاہی چڑھ رہی ہوگی۔ یہ کفار بد کردار ہیں۔"

### آیات 26-30

كَلَّا إِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ﴿٢٦﴾ هَرَّ كُرْسِيِّهَا... وَ قِيلَ مَنْ رَاقٍ ﴿٢٧﴾  
اور کہا جاتا ہے کوئی ہے جھاڑ پھونک کرنے والا... وَ ظَنَّ أَنَّهُ الْفِرَاقُ ﴿٢٨﴾ اور اُس (مرنے  
والے) نے سمجھا کہ اب جدائی ہے... وَ التَّقَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ﴿٢٩﴾ اور پنڈلی لپٹ جاتی ہے پنڈلی  
سے... إِلَىٰ رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ السَّاقُ ﴿٣٠﴾ اُس دن (خواہی نہوای) تیرے پر وردگار کی طرف ہی  
جانا ہے۔

ایک حکیمانہ قول کے مطابق:

مَنْ مَاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِيَامَتُهُ

"جو مر گیا اس کی قیامت تو قائم ہو گئی"

گویا موت قیامتِ صغریٰ ہے۔ اس آیت میں قیامتِ صغریٰ یعنی انسان پر موت کے وقت، عالم نزع کی  
کیفیت بیان کی گئی ہے۔ بقول جگر مراد آبادی:

اربابِ ستم کی خدمت میں اتنی سی گزارش ہے میری

دنیا سے قیامت دور سہی دنیا کی قیامت دور نہیں

عالم نزع میں انسان کی بے بسی کا نقشہ سورۃ الواقعة<sup>56</sup> آیات 83-87 میں اس طرح کھینچا گیا ہے:

فَلَوْ لَا إِذَا بَلَغَتِ الْحُلُقُومَ ﴿٥٦﴾ وَ أَنْتُمْ حِينِيذٍ تَنْظُرُونَ ﴿٥٧﴾ وَ نَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْكُمْ وَ لَكِنْ لَا تُبْصِرُونَ ﴿٥٨﴾ فَلَوْ لَا إِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِينِينَ ﴿٥٩﴾ تَرْجِعُونَهَا إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿٦٠﴾

(الواقعة<sup>56</sup>: 87-83)

"بھلا جب جان گلے میں آ پہنچتی ہے۔ اور تم اُس وقت (مرنے والے کو) دیکھ رہے ہوتے ہو اور ہم اُس (مرنے والے) سے تم سے بھی زیادہ نزدیک ہوتے ہیں لیکن تم (ہمیں) دیکھ نہیں سکتے۔ پس اگر تم کسی کے اختیار میں نہیں ہو تو مرنے والے کی جان لوٹا کیوں نہیں دیتے اگر سچے ہو (اپنے با اختیار ہونے میں)؟"

### آیات 31-35

فَلَا صَدَقَ وَلَا صَلَّى ﴿٣١﴾ پس نہ اُس نے تصدیق کی (اللہ کے کلام کی) اور نہ نماز پڑھی... وَلَكِنْ كَذَّبَ وَ تَوَلَّى ﴿٣٢﴾ بلکہ جھٹلایا اور رُخ پھیر لیا... ثُمَّ ذَهَبَ إِلَىٰ آهْلِهِ يَمْتَسِّطِي ﴿٣٣﴾ پھر چل دیا اپنے گھر والوں کی طرف اُکڑتا ہوا... أُولَىٰ لَكَ فَأُولَىٰ ﴿٣٤﴾ افسوس ہے تجھ پر پھر افسوس ہے... ثُمَّ أُولَىٰ لَكَ فَأُولَىٰ ﴿٣٥﴾ پھر افسوس ہے تجھ پر پھر افسوس ہے۔

- اس آیت میں آخرت کو جھٹلانے والے ایک متکبر انسان کے طرز عمل کا نقشہ بیان کیا گیا ہے۔
- تصدیق سے مراد ہے ایمان جس کا مظہر اول ہے نماز۔ تصدیق کی ضد ہے تکذیب اور نماز کی ضد ہے رُخ پھیر لینا۔
- آیات 34-35 میں آخرت کو جھٹلانے والے کے لیے شدید ترین اظہارِ غیظ و غضب ہے۔
- اُولَىٰ مونث ہے وِیْل کی جس کے معنی ہیں تباہی و بربادی۔ جہنم کی ایک وادی کا نام بھی وِیل ہے جس میں اتنا شدید عذاب ہو گا کہ جہنم کا باقی حصہ اُس سے پناہ مانگے گا<sup>(۱)</sup>۔

(۱) سنن الترمذی، کتاب تفسیر القرآن عن رسول اللہ ﷺ، باب وَمِنْ سُورَةِ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ

## آیات 36-40

أَيَحْسَبُ الْإِنْسَانُ أَنْ يُتْرَكَ سُدًى ﴿٣٦﴾ کیا انسان خیال کرتا ہے کہ یوں ہی چھوڑ دیا جائے گا؟ ...

أَلَمْ يَكْ نُطْفَةً مِنْ مَنِيٍّ يُنثَىٰ ﴿٣٧﴾ کیا وہ منی کا ایک قطرہ نہ تھا جو رحم میں ڈالا جاتا ہے؟ ... ثُمَّ

كَانَ عَاقِلَةً فَخَلَقَ فَسَوَّىٰ ﴿٣٨﴾ پھر وہ ہو گیا جونک کی مانند (چپکا ہوا) تو اُسے بنایا اور سنوارا ...

فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنَ الذَّكَرَ وَالْأُنثَىٰ ﴿٣٩﴾ پھر اُس سے دو جوڑے بنائے یعنی مرد اور عورت ...

أَلَيْسَ ذَلِكَ بِقَدِيرٍ عَلَٰى أَنْ يُخَيَّرَ الْهَوَىٰ ﴿٤٠﴾ کیا اُس کو اس بات پر قدرت نہیں کہ مردوں کو زندہ

کر سکے؟

- سورۃ کے آخر میں وہی مضمون بیان کیا گیا ہے جس سے سورۃ کی ابتدا ہوئی تھی۔
- اس آیت میں یہ حقیقت بیان کی گئی ہے کہ انسان بے قید نہیں چھوڑ دیا گیا بلکہ اس کا محاسبہ ہو کر رہے گا:

أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ ﴿١١٥﴾ (المؤمنون 23: 115)

"کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ ہم نے تم کو بے مقصد پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹ کر نہیں آؤ گے؟"

- اللہ انسان کی تخلیق کو گندے پانی کی بوند سے تکمیل تک درجہ بہ درجہ پہنچاتا ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِن كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِنَ الْبَعْثِ فَإِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ

مِنْ عَاقِلَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَغَيْرِ مُّخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ ۗ وَنُقِرُّ فِي الْأَرْحَامِ مَا

نَشَاءُ إِلَىٰ آجَلٍ مُّسْتَعَيَّنٍ ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ﴿٥﴾ (الحج 22: 5)

"لوگو! اگر تمہیں مرنے کے بعد جی اٹھنے میں شک ہو تو ہم نے تمہیں (پہلی بار بھی تو) پیدا کیا تھا (یعنی ابتدا میں) مٹی سے پھر اُس سے نطفہ بنا کر پھر (جونک کی مانند) چپکا ہوا بنا کر پھر اس سے بوٹی بنا کر جس کی بناوٹ کامل بھی ہوتی ہے اور ناقص بھی تاکہ تم پر (اپنی خلاقیت) ظاہر کر دیں اور ہم جس کو چاہتے ہیں ایک میعاد مقرر تک پیٹ میں ٹھہرائے رکھتے ہیں پھر تم کو بچہ بنا کر نکالتے ہیں۔"

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِّنْ طِينٍ ۝ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ ۝ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظْمًا فَلَكَسْنَا الْعِظْمَ لَحْمًا ۝ ثُمَّ أَنْشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ ۝ فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ ۝ ثُمَّ إِنَّكُمْ بَعْدَ ذَلِكَ لَنَٰبِتُونَ ۝ ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تُبْعَثُونَ ۝ (المؤمنون: 12-16)

"اور ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصے سے پیدا کیا۔ پھر اس کو ایک مضبوط (اور محفوظ) جگہ میں نطفہ بنا کر رکھا۔ پھر نطفے سے (جونک کی مانند) چپکا ہوا بنایا پھر اس کی بوٹی بنائی پھر بوٹی کی ہڈیاں بنائیں پھر ہڈیوں پر گوشت (پوست) چڑھایا پھر اس کو نئی صورت میں بنا دیا تو بابرکت ہے اللہ جو سب سے بہتر بنانے والا ہے۔ پھر اس کے بعد تم مر جاؤ گے۔ پھر قیامت کے دن اٹھا کھڑے کیے جاؤ گے۔"

• اسی نطفے سے اللہ عورت اور مرد دونوں کی تخلیق کرتا ہے حالانکہ دونوں کے مزاج اور ساخت میں کتنا فرق ہے۔ کیا وہ اللہ انسان کی دوبارہ تخلیق پر قادر نہیں؟

أَفَعَيَّبْنَا بِالْخَلْقِ الْأَوَّلِ ۚ بَلْ هُمْ فِي لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيدٍ ۝ (ق: 50: 15)

"کیا ہم پہلی بار پیدا کر کے تھک گئے ہیں؟ (نہیں) بلکہ یہ دوبارہ پیدا کرنے کے حوالے سے شک میں (پڑے ہوئے) ہیں۔"

نبی اکرم ﷺ جب سورة القیامۃ کی آخری آیت اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقَدِيرٍ عَلٰی اَنْ يُخَيَّرَ الْمَوْتٰی تلاوت فرماتے تو جواب میں ارشاد فرماتے بتی (۱)۔

